نانک

یعنی

منظوم سوانح گورو نانک

منتظر

گوجرانوالہ

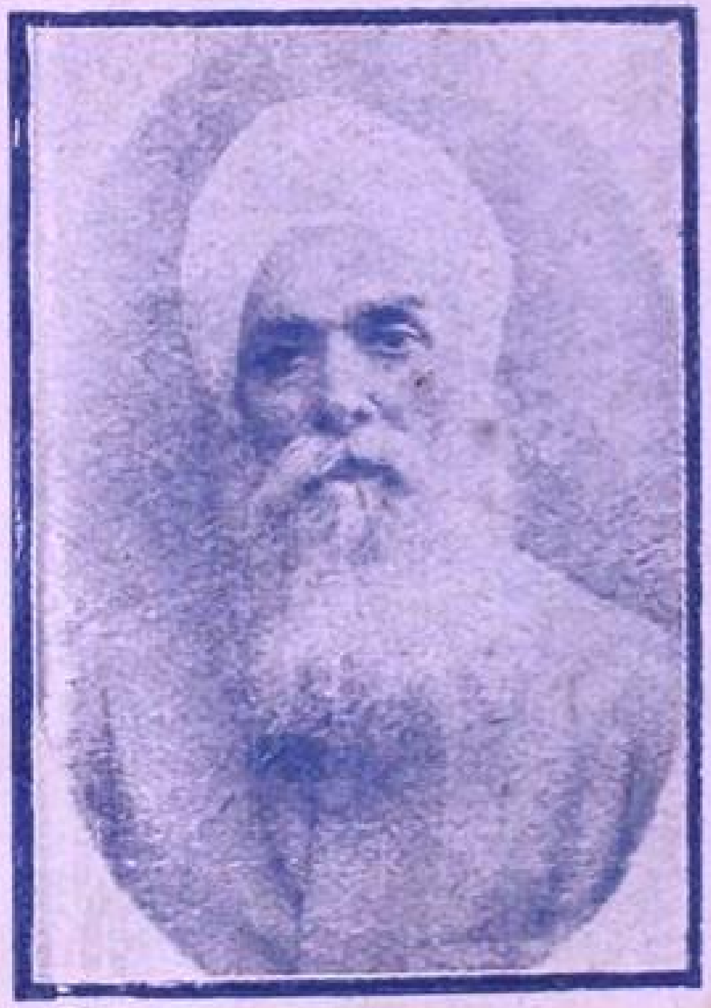
ملنے کا پتہ:- قاضی عبدالرحمٰن صاحب میہان سنگھ گیٹ۔ گوجرانوالہ

قیمت غیر مجلد ایک روپیہ

منتظر



محضر



سردار بہادر بھائی
کاہن سنگھ نابھہ (مرحوم)



ایم اے منتظر (مصنف)

ریویو

از سردار بہادر بھائی کاہن سنگھ صاحب نابھہ

قاضی محمد عبداللہ منتظر متوطن گوجرانوالہ نے گورونانک صاحب کی سوانح عمری اردو نظم میں بہت ہی عمدہ ڈھنگ سے لکھی ہے جسکو سُنکر میں نہایت خوش ہوا ہوں۔ شاعری اعلیٰ درجہ کی ہے اور پرلنے واقعات کے مطابق حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ اِس کتاب کے مطالعہ سے گورو نانک صاحب کی تعلیم کا دل پر پورا اثر ہوتا ہے! اردو میں اس جیسی اچھی کتاب میری نظر سے پہلے نہیں گذری۔ میں منتظر صاحب کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں یقین ہے کہ سب سکھ بھائی مصنف کی حوصلہ افزائی اور پوری قدردانی کریں گے۔ فقط

ریویو

از رائے صاحب جگن ناتھ صاحب
ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس

میں نے قاضی محمد عبداللہ منتظرؔ کی لکھی ہوئی سوانح عمری گورونانک صاحب جو نظم میں ہے دیکھی ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ گورونانک صاحب کی زندگی کے حالات اس میں اعلیٰ درجہ کی شاعری میں اور واضح طور پر تحریر کیئے گئے ہیں۔ جس قدر اردو کی سوانح عمری یا جنم ساکھی یا تواریخ گورونانک صاحب میری نظر سے اب تک گذری ہیں میری رائے میں یہ اُن سب سے اچھی لکھی ہوئی ہے میں منتظرؔ صاحب کو ان کی اس محنت اور کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔

تقریب

از بھائی ویر سنگھ صاحب امرتسر

مجھے منتظر صاحب کی منظوم کتاب کا دیباچہ لکھنے کے لیے کہا گیا ہے۔ مصنف نے گورونانک صاحب کی سوانح حیات کو قلمبند کیا ہے۔ یہ دیکھ کر از حد خوشی ہوئی ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ سکھوں اور مسلمانوں کے ان خوشگوار تعلقات کو جو شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے خلوص اور تدبر نے اس قدر محکم کر دیئے تھے کہ بقول شاہ محمد سکھ راج کی تباہی کو مسلمان اپنے راج کی تباہی سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو اسی طرح مصیبت زدہ سمجھتے تھے جس طرح کہ کسی کی اپنی قومی سلطنت لٹ جاتی ہے، بگاڑنے کی کوششیں ہو رہی ہیں مسلمانوں میں ایک ایسے صاحب نمودار ہوئے ہیں جنہوں نے صلح کے پیمبر گورونانک صاحب جی کی زندگی کے حالات نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے احاطہ تحریر میں لانے کی سعی کی ہے تاکہ گورونانک صاحب کے مشن۔ ان کی تعلیم اور پند و نصائح سے مستفیذ ہو کر مختلف مذاہب کے لوگ آپس کے رشتۂ اتحاد و یگانگت کو مضبوط بنائیں۔ سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات پسندیدہ اور صلح جویانہ بنے رہیں اور مادر وطن کے سپوتوں کے دلوں سے عناد اور فساد

کا خاتمہ ہو جائے۔

جس مقدس برگزیدہ اور مبارک ہستی کا تذکرہ منتظرؔ صاحب نے قلمبند کیا ہے ان کا نام نامی و اسم گرامی ہی ایسا ہے کہ جس کے معنی یگانگت کے ہیں لفظ نانک (ن+انک) کے مصدری معنی ہیں غیرت سے ناآشنا ادویت اور یگانگت مجسّم۔

جس طرح یہ مبارک لفظ اپنی شوخیٔ معنوی کے لحاظ سے ایک نہایت پر لطف روح پرور اور وجد آفریں نغمہ ہے۔ اسی طرح مذاہب عالم میں اس متبرک نام سے معنون ہستی کو صلح اور محبت کا مسلمہ مجسمہ مانا گیا ہے۔ گورو صاحب کا مذہب عشق اور مشرب صلح کل تھا نہ آپ کو ہندوؤں سے نفرت نہ مسلمانوں سے بیر۔ نہ بدھوں سے کدورت نہ جینیوں سے دشمنی۔ نہ عیسائیوں سے رنجش اور نہ ہی موسائیوں سے عداوت تھی۔ آنحضور کی تعلیم رسم پرستی کے عیوب سے مبرّا اور کائنات کے بنیادی حقائق کی گرہ کشائی میں درجہ اکمل کی ہے جو مذہبی تعصبات اور ان سے پیدا ہونے والے اختلافات اور فسادات کو مٹاتی اور بچھڑے ہوؤں کو گلے لگاتی ہے۔

آپکی زندگی محبوب ترین اور روح پرور ہے۔ جس کو سب پیار کرتے ہیں اور وہ دنیا بھر کو اپنے آغوشِ محبت میں لانے کی جائز طور پر دعویدار ہے۔ خواجہ دل محمد صاحب ایم اے پروفیسر اپنی مشہور وجد آفریں نظم میں تحریر فرماتے ہیں۔

جلائی اندھیرے میں شمعِ ہدایت — ضلالت کی ظلمت اڑا دینے والا
ضلالت کے پردے جہالت کی رسمیں — ہٹا دینے والا مٹا دینے والا

کون تھا؟ گورو نانک !!

اور پھر پوچھتے ہیں ؎

دوئی کی کدورت عداوت کے فتنے — اٹھا دینے والا مٹا دینے والا
محبت کے پانی کے دے دیکے چھینٹے — دلوں کی لگی کو بجھا دینے والا
زمانے کو پیغام الفت سنا کر — وہ بچھڑے ہوؤں کو ملا دینے والا

کون تھا؟ گورو نانک !!

تاریخ عالم بتاتی ہے کہ جملہ ہادیانِ دین، رہنمایانِ حق و پیغمبرانِ ذی شان میں سے صرف آپ کی ذاتِ والاصفات کو ہی یہ امتیاز حاصل تھا کہ بنی نوع انسان کو روحانی زندگی عنایت فرمانے اور مصائبِ عالم سے بچانے کے لئے نہایت پر آشوب زمانہ میں جبکہ موجودہ زمانہ کی طرح سفر کرنے کے لئے سہولتیں میسر نہ تھیں سفر کو سقر سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے بکھرے رستوں خطرناک جنگلوں اور ہولناک پہاڑوں کا ہزار ہا میل کا سفر اختیار کرتے ہوئے وحدت اور محبت کا پیام دور دراز کے ممالک میں پہنچایا۔ ہند سنگلادیپ لکادیپ۔ مالدیپ چین۔ تبت۔ عراق۔ عرب فلسطین شام وغیرہ سنگھ ناد بجایا اور نعرہ حق لگایا۔ ہندوؤں کے پوتر استھانوں پر گئے۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات پر پہنچے۔ عیسائیوں کے کلیساؤں میں تشریف فرما ہوئے اور مختلف مذاہب کے اکابرین کی مجلسوں میں پیغام حق سنایا اور تمام کو خدا کی عبادت کرنے اور بنی نوع انسان کو آشتی اور یکجہتی سے رہنے کا درس دیا۔

آج پھر ہندوستان میں مذہبی عناد و فساد کا دور دورہ ہے۔ آج پھر دنیا نفرت اور غیریت کے جذبے میں ڈوب کر کشت و خون کے لئے سرگرمیاں دکھلا رہی ہے۔ ایسے موقعہ پر ازحد ضرورت ہے کہ اس ضلع کے پیمبر گورو نانک صاحب کی زندگی کے حالات اور ان کی تعلیم لوگوں کے کانوں تک پہنچائی جائے تاکہ یہ ادبار کی گھٹائیں ٹل جائیں۔

گورو نانک صاحب کے اس ویرانہ میں قدم رنجہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی منتظر صاحب نہایت شیریں کلامی سے اس حقیقت کو اس طرح آشکارا کرتے ہیں۔

روز و شب جھگڑے مذاہب کے پرستاروں میں تھے
ہندو و مسلم ہمیشہ محو پیکاروں میں تھے

جو بھی تھا اپنی فضیلت پر بہت مغرور تھا
مست اپنے کبر میں نخوت میں اپنی چور تھا

مسجد و مندر ہمیشہ رہتے تھے پیکار میں!
مستقل آویزشیں تھیں سجہ و زنار میں

برہمن اور شیخ دونوں میں ہمیشہ جنگ تھی
بسنے والوں پر زمیں ہندستاں کی تنگ تھی

ہندو مسلم تو مانا اک بڑی تقسیم تھی
ہندوؤں میں اور بھی تقسیم کی تعلیم تھی

اس زمیں پر کوئی ہندو تھا مسلماں تھا کوئی
درس جو الفت کا دے ایسا نہ انساں تھا کوئی

آخری شعر خاص طور پر قابلِ غور ہے۔

گورو نانک صاحب نے تشریف فرما ہو کر کیا کیا اور کیا کہا منتظر صاحب نے جس دلپذیر طریقہ سے بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے راز مذہب کو

بخوبی طور پر سمجھ لیا ہے ؎

آپ نے تفریق باہم سے کیا آ کر جہاد — دائمی جھگڑوں سے الفت کی قسم کھا کر جہاد

آپ کہتے تھے کہ مذہب ہو بنائے اتفاق — ایسا مذہب ہو کہ جو قوموں میں لائے اتفاق

جسم میں جو روح کی پاکیزگی پیدا کرے — ہر کس و ناکس کو فوراً مائل و شیدا کرے

ظلم کی مذہب میں ہرگز کوئی آمیزش نہ ہو — اس میں الفت ہو محبت ہو کچھ آویزش نہ ہو

ایسا مذہب ہے جو سب کو میمنت کا دے پیام — وہ نہیں جو اک غرور و تمکنت کا دے پیام

اور جو یہ تقسیم ہندو اور مسلمانوں کی ہے — یہ خدا سے کچھ نہیں ایجاد انسانوں کی ہے

درحقیقت آدمی کی ہے عمل سے زندگی — دل اگر روشن ہے تو ہے روح میں تابندگی

آخرت میں جز عمل کچھ کام آسکتا نہیں — جز عمل پاداش سے کوئی بچا سکتا نہیں

آدمی کو چاہئے ذوقِ عمل پیدا کرے
جذبۂ خدماتِ اقوام و ملل پیدا کرے

نانکِ اعظم کی ہر تعلیم عالم گیر تھی — الفتِ انساں کی جیتی جاگتی تصویر تھی

ایک مذہب کیلئے ہرگز نہ تھی محدود وہ — سب کو دکھلاتی تھی راہِ منزلِ مقصود وہ

رہنما تھے آپ ہر پیر و جواں کے واسطے — باعثِ رحمت زمین و آسماں کیواسطے

ترجمانِ حق تھا سارا آپ کا شیریں کلام — اک نشانِ حق تھا گویا آپ کا شیریں کلام

آپ خود مرشد تھے مرشد آپ کا کوئی نہ تھا — آپ کا رہبر بجز ذاتِ خدا کوئی نہ تھا

گورو صاحب کے اس کلامِ فیض رساں کا کیا اثر ہوا منتظر صاحب بتلاتے ہیں ؎

نانکِ اعظم نے گا کر الفتوں کی راگنی
ہند والوں کو سُنا کر الفتوں کی راگنی

ہند کی وسعت میں پیدا کی نوائے اتفاق
ہندو مسلم میں ڈالی پھر بنائے اتفاق

اہل کینہ کے دلوں سے بغض و کینہ ہٹ گیا
مہر کی کرنوں سے سب ظلمت کا بادل چھٹ گیا

الفتوں کا راگ اک ایسا سنایا آپ نے
مسجد و مندر کو آپس میں ملایا آپ نے

آپ کے ہر مذہب و ملت کے انساں تھے مرید
تھے مرید اور واقعہ یہ ہے کہ یکساں تھے مرید

چھیڑ کر ہر بزم میں سازِ اخوت آپ نے
جب دیا اقوام کو پیغام الفت آپ نے

ظلمتوں کی وادیوں میں اک اجالا کر دیا
منکرانِ حق کو بھی اللہ والا کر دیا

مذہبی عناد۔ قومی تفرقہ اور نسلی فسادات کو ہند سے نیست و نابود دیکھنے کے خواہشمند صحاب یہ دیکھکر خوش ہونگے کہ منتظر صاحب نے اس ضرورت کو پورا کرنیکے لئے مبارک قدم اٹھایا ہے اور گورو صاحب کی سوانح عمری تحریر کرتے ہوئے انکی صلح کن اور محبت آمیز تعلیم کو اس طرح توضیح کیساتھ بیان کیا ہے کہ ان کے اپنے الفاظ میں ہی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

اس کتاب میں جہانتک گورو نانک صاحب کے مشن کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے منتظر صاحب کو پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے نہ صرف یہ کہ مصنف نے گورو نانک صاحب کی تعلیم کو اصلیت کی روشنی میں ظاہر کیا ہے بلکہ اس قابلیت اور دلاویز طریقہ سے کہ پڑھنے والے کے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی مگر واقعات کے لحاظ سے اس کتاب میں کچھ ایسے واقعات بھی ہیں جو سکھ مورخوں کے واقعات سے کچھ تفاوت رکھتے ہیں جیسا کہ حمزہ غوث کا واقعہ اور کعبہ کا طواف کرنا وغیرہ۔

واقعات کچھ اس قسم کے ہیں کہ ان کا تعلق معجزہ اور کرامت سے ہے۔ منتظر صاحب کی تحریر سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ کو معجزہ سے انکار ہے لیکن انکار نہ ہوتے ہوئے بھی کئی دفعہ مصنفین کو آج کل نئی تعلیم کے شیدائیوں کا خیال رکھ کر کچھ ـــــ رعایت دینی پڑتی ہے لیکن اب سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ خدا رسیدہ بزرگوں اور روحانی طاقتوں والے آدمیوں کی شکتیوں سے انکار کرنے کا طوفان جس گرد و غبار اور تیرگی کے ساتھ اٹھا تھا وہ تھم جائے کیونکہ سیاہی میں روشنی کی شعاعیں دکھائی دینے لگی ہیں۔ کئی باتیں جنکو آج سے چالیس پچاس برس پہلے ناممکن کہا جاتا تھا ان کا ممکن ہونا تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ جن باتوں کو افسانہ کہ کر ناک بھنویں چڑھائی جاتی تھیں وہ صداقتیں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکیں۔ صداقتیں تسلیم کی جا رہی ہیں مسمریزم اور ہپناٹزم (جو روحانی شکتیوں کے حروف ابجد کہنے چاہئیں) اس مسئلہ کے متعلق بہت کچھ روشنی ڈال رہے ہیں یہاں تک کہ علم ریاضی کے فاضل اجل آئین سٹائین کی ایجاد نے ریاضی میں ایک مسئلہ حل کر دیا ہے۔ کہ کال زمانہ کوئی نئی چیز نہیں۔ یہ دیش کا چوتھا پہلو ہے۔ مسئلہ تو ریاضی کا ہے مگر اس سے یہ بات ممکنات سے ہو گئی ہے کہ کئی دماغ اس قسم کے ہو سکتے ہیں کہ جو (TIME) کال زمانہ اور (SPACE) ٹائم سپیس کا چوتھا پہلو بھی دیکھ سکیں جس طرح کہ عام دماغ تین پہلو دیکھتے ہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ کشف کا پہلو بجائے اس قسم کے امکنات کے ثبوت میں تاریخی واقعات بھی مل رہے ہیں۔

نمبر لینڈ فیبر، ایڈونچر نام کی کتاب شائع کی ہے جس کے ایک بیان کا خلاصہ مسٹر

جوڈ (Mr Jode) نے اپنی کتاب (Guide To modern Thought) گائیڈ ٹو ماڈرن تھاٹ میں دیا ہے آکسفورڈ کے ہوس (St: Hughs) کالج کی دو پرنسپل لیڈیز جن کے نام مس موبرے اور مس جورڈین تھے فرانس کے محل ورسیلس کے باغ کی سیر کرتے ہوئے میری اینٹائینیٹ کے زمانے کے حالات بچشم خود دیکھے۔

سائیس فزکس اپنی تحقیقات میں یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ جہاں پر مادہ کی مادہ ہستی اتنی لطیف ہو گئی ہے کہ (Waves) لہراوتک پہنچ گئی ہے اور ممکن ہے کہ میٹافزکس کی حد آگے —— شروع ہو جاتی ہے سائیس کے اس قدر لطیف تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن بہت دور نہیں جب روحانی طاقتوں کو پھر ہر کس و ناکس تسلیم کرنے لگ جائیگا اور گورو نانک صاحب سے نسبت رکھنے والی غیر معمولی طاقتوں پر کسی کو اعتراض نہیں رہے گا جیسا کہ کعبہ کے گورو نانک صاحب کے طواف کرنیکے واقعہ کو حال ہی میں مولانا عبدالرحیم صاحب فیروزپوری نے تحریر کرتے وقت لکھا ہے کہ ؎

ظاہر و باطن تیرا مانندِ آئینہ ہے صاف
تو وہ کعبہ ہے کہ کعبہ نے کیا تیرا طواف

منتظر صاحب ایک پختہ کلام اور خوش بیان شاعر ہیں۔ آپ کی طبیعت میں آمد ہے آپکی زباندانی مسلمہ ہے اس کتاب کے حیاتِ نانک پر طائرانہ نظر، تقسیم مذاہب کے خلاف جہاد، والا حصہ خاص طور پر قابلِ مطالعہ اور فہمید ہے۔

ہندوستان کی بہبودی اور نجات کا راز اتحاد میں پنہاں ہے اگر یہاں

کے باشندے ایک دوسرے کے مذہب کو نیک نیتی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرنے لگ جائیں تو تعصب نے جو تفرقات کی خلیج درمیان میں حائل کر رکھی ہے دور ہو جائے اور پھر ایک دفعہ باہمی محبت اور الفت کا دور دورہ شروع ہو جائے۔ اس پہلو سے منتظر صاحب کی یہ کوشش قابلِ داد ہے اور میں ہندو مسلم اور سکھ اصحاب سے سفارش کرتا ہوں کہ اس کتاب کا مطالعہ فرماویں۔

عرضِ حال

لمصنّفہ

ابتدائے آفرینش سے جس قدر مختلف العقائد مذاہب ظہور پذیر ہوتے رہے بلا استثنےٰ سب نے اپنے اپنے مختصر پیرائے میں یہ تعلیم بھی دی کہ دوسرے مذاہب کے پیشواؤں اور رہنماؤں کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے اور ان کی تذلیل و رسوائی سے اجتناب کیا جائے۔

حق سبحانہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اس امر کی مقتضی رہی ہے کہ جب روئے زمین کے باشندوں کے دلوں پر معصیت کے سیاہ بادل چھا جائیں تو وہ کسی ہادی، رہنما، رشی منی، ولی، مجدد کو ابلاغِ ہدایت کے لئے مامور فرمائے تاکہ وہ اپنے مواعظِ حسنہ اور تبلیغِ ہدایت سے آلودۂ عصیاں افراد کے زنگ خوردہ قلوب کو نئی جلا دیکر منوّر کردے اِس سنّتِ الٰہیہ کا اجرا روئے عالم کی ہر قوم اور ہر مذہب و ملّت کے حق میں ہوتا رہا۔ سرزمینِ ہند قدرت کے اس کلیّہ سے کیسے محروم رہ سکتی تھی چنانچہ یہاں بھی حسب معمول وقتاً فوقتاً رہبرانِ ملّت نزولِ اجلال فرماتے رہے۔

ہماری تصنیف کے مایہ نازہیرو شری گورونانک دیوجی مہاراج فرمانِ ایزدی

اور منشائے قدرت کے تحت تشریف فرما ہوئے اور لب تشنگانِ جامِ توحید و معرفت کے کام و دہاں کو رشحاتِ بادۂ رشد و ہدایا سے سیراب و شاداب کرتے رہے۔

ایک بزرگ اور ایسے بزرگ کی سوانح عمری۔ کا لکھنا جو ایک قوم کا ہادی اور رہنما ہو آسان کام نہیں اور پھر ایسے شخص کے لئے جو اس مذہب سے تعلق نہ رکھتا ہو اور بھی زیادہ مشکل امر ہے کیونکہ اصولِ مذہب کی رو سے ایک معمولی اور غیر محسوس اختلاف بھی مصنف کو بصداق نیکی بر باد گنہ لازم کا شکار بنا دیتا ہے۔ میں اس ضمن میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ جناب گیانی ہردت سنگھ صاحب گوردوارہ رکاب گنج نئی دہلی اور جناب رائے صاحب جگن ناتھ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا تہ دل سے شکریہ ادا کروں جنہوں نے میری بر وقت رہنمائی کرتے ہوئے مجھے سکھ مذہب کے جملہ اصولوں سے آگاہ کر دیا۔

اس کتاب کے جملہ مضامین سورج پرکاش، جنم ساکھی بھائی بالا والی، تاریخ گورو خالصہ از گیانی گیان سنگھ اور ہسٹری آف دی سکھ از مسٹر مکالیف وغیرہ سے ماخوذ ہیں جو بلا تنقید تظم کر دیئے گئے ہیں۔ کسی مقام پر بھی اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا گیا لہذا واقعات کی صحت کی ذمہ داری متذکرہ بالا کتب پر ہے نہ کہ مصنف پر

میری خواہش تھی کہ کتاب کے ابتدائی صفحات کو گورو صاحب کے شجرۂ نسب سے مزین کرتا لیکن معلوم ہوا کہ گورو صاحب کا مکمل شجرۂ نسب آج تک صفحاتِ تواریخ سے نا آشنا ہے۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ گورو صاحب کا خاندانی سلسلہ سری رام چندر کی

اولاد کشو سے ملتا ہے۔ گورو صاحب کے والد کا نام مہتہ کالو چند اور دادا کا نام شیو رام بیدی تھا۔

یوں تو شروع سے لیکر اخیر تک اس کتاب میں عام فہم آسان اور سلیس الفاظ استعمال کیے گئے ہیں لیکن بعض بعض مقامات میں جو مشکل الفاظ موجود ہیں حاشیے میں ان کے معانی درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ نفسِ مضمون کے سمجھنے میں دقت نہو۔

اب میں آخر میں ان احباب کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اس کتاب کی تنظیم و ترتیب میں مجھ سے اظہارِ ہمدردی فرماتے رہے اولاً اپنے محترم استاد شاعرِ انقلاب حضرت جوشؔ ملیح آبادی مدظلہ العالی کا تہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تنظیم میں فنی اور ادبی اصلاحیں فرما کر اسکا معیار بلند فرما دیا۔ اسی طرح حضرت قبلہ آزاد انصاری صاحب بھی مجھے بسا اوقات اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرماتے رہے۔ میں ان دونو بزرگوں کا شکریہ کما حقہ ادا نہیں کر سکتا

ثانیاً اپنے مخلص کرم فرما چوہدری غلام جیلانی صاحب عاصی بی اے اسسٹنٹ فائنینس ڈیپارٹمنٹ، کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرماتے رہے۔ آپ میرے نہایت ہی بہی خواہ مخلص دوست ہیں۔

عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے اسلئے اگر اس تصنیف میں کسی قسم کی فنی یا تاریخی لغزش یا کوتاہی ہو گئی ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اہل نظر اصحاب مجھے مطلع کر کے ممنون فرمائیں گے تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اسکی تلافی ہو سکے فقط محمد عبداللہ منتظر

حمد

نام سے کرتا ہوں میں اُس کے سنہری ابتدا — جس سے ہوتی ہے کتابِ زندگی کی ابتدا

جس کی رنگینی کا ہستی کے افق پر نور ہے — ذرہ ذرہ جس کے پرتو سے چراغ طور ہے

جس کی عالی ذات سے قائم ہے ہستی کا نظام — جسکی قدرت میں ہے ہر دنیا کی بستی کا نظام

جسکے قبضے میں ہے ان مغرور انسانوں کی جان — جلوہ صد رنگ میں مستور[۱] انسانوں کی جان

آدمی کو زندگی پانے کا حق جس نے دیا — اشرف المخلوق[۲] کہلانے کا حق جس نے دیا

نغمہ زن ہیں یاد میں جسکی سریلے آبشار — دم بخود ہیں جس کے آگے کوہساروں کا وقار

جسکے دم سے چاندنی راتوں میں اکثر بارہا — گونج اٹھتی ہے فضاؤں میں پپیہے کی صدا

ذکر جس کا چھیڑتی ہے صحنِ گلشن میں نسیم! — جسکی نکہت[۳] سے ہے مالا مال پھولوں کی شمیم

تذکرہ جس کا ستاروں کی بھری محفل میں ہے — جس کا نقش آرزو داغِ مہ کامل میں ہے

جسکی معلومات میں ہیں جسکی قدرت میں تمام — زندگی کی پیچ و خم کھاتی ہوئی راہیں تمام

۱؎ چھپا ہوا ۲؎ تمام مخلوق سے بزرگ تر ۳؎ خوشبو۔

ہاں اسی کا نام لے کر ابتدا کرتا ہوں میں
گر قبول افتد زہے قسمت دعا کرتا ہوں میں

اظہارِ عجز و دعا

منتظر ہر عجز کا اظہار لازم ہے مجھے
ہر خطا و سہو کا اقرار لازم ہے مجھے

کر رہا ہوں عزم میں لکھنے کا ناٹک کی حیات
جس سے شاید ہستیٔ فانی کو حاصل ہو ثبات

یہ ارادہ اور یہ قلبِ ناتواں کی جرأتیں!
دیدنی ہیں شاعرِ عجز بیان کی جرأتیں

گرچہ ناقص ہے تخیّل تنگ ہے قصرِ دماغ
اس میں روشن ہے مگر مہر و محبت کا چراغ

گرچہ دنیا میں میسّر مجھکو خوش حالی نہیں
شعر کہنے کے لئے کچھ فارغ البالی نہیں

گرچہ میری زیست ہے لاکھوں بلاؤں سے دوچار
سینکڑوں مایوسیاں ہیں زندگی سے ہمکنار

دولتِ دنیا سے دل ہر چند آسودہ نہیں
حرص سے لیکن مرا دامن کچھ آلودہ نہیں

میرے دل میں درد کی دنیا ہے دولت درد کی
دولتِ دنیا سے ہے وہ چند قیمت درد کی

غرق بحرِ بیخودی میں ہر گھڑی رہتا ہوں میں
اور جو کہتا ہوں غم میں ڈوب کر کہتا ہوں میں

یہ دعا ہے اے خدا اے مالکِ کون و مکاں — مجھکو ہمراہِ تخیل بخش دے حسنِ بیاں
بھر دے میرے نغمہ ہائے شعر میں سوز و گداز — نغمہ زن ہو جائے نغموں سے مرے فطرت کا ساز
گرم محفل کر سکوں وجد آفریں اشعار سے — زلزلے میں لا سکوں قلبِ زمیں اشعار سے
یا الٰہی پُر اثر اشعار کی توفیق دے — یا الٰہی درد کے اظہار کی توفیق دے
عشق کی آتش فروزاں ہو مرے اشعار سے — قوم کی الفت نمایاں ہو مری گفتار سے
مے ہر مصرعے میں پنہاں آتشِ خاموش ہو — میرے ہر جملے میں رقصاں الفتوں کا جوش ہو

ساقی نامہ

ساقیا فتنوں کا اک طوفان ہے چھایا ہوا — ہر طرف اک جنگ کا پرچم[1] ہے لہرایا ہوا
ہو رہی ہیں اس طرح خنجر بکف قومیں تمام — ہو چکی ہے ان میں الفت کی رواداری حرام
بھر رہے ہیں زندگی کے چشمۂ شیریں میں خاک — کر رہے ہیں دامنِ مہر و محبت چاک چاک
دور ہیں یہ منزلِ الفت سے کوسوں دور ہیں — چور ہیں یہ کبر و نخوت کے نشے میں چور ہیں

---

[1] جھنڈا۔

جادۂ راہِ فنا پر گامزن اقوام ہیں!
بے نیازِ حکمتِ اندیشۂ انجام ہیں

ہو رہی ہے بے طرح کچھ مشتعل کینے کی آگ
سو رہی ہے قوم اور بجھتی نہیں سینے کی آگ

بے طرح انصاف کی آواز ہے سہمی ہوئی
اور اخوت کی عروسِ ناز ہے سہمی ہوئی

ساقیا پھر اٹھ کہ فتنوں کو دبانا چاہیے
آتشیں شعلے بھڑکتے ہیں بجھانا چاہیے

اٹھ کہ الفت کا زمانے میں علم کر دیں بلند
اٹھ وطن والوں کو اس پستی سے ہم کر دیں بلند

اٹھ کہ ہم مہر و محبت کا انہیں پیغام دیں
دور ہیں الفت سے الفت کا انہیں پیغام دیں

بادۂ اسرارِ وحدت اپنے دیوانوں کو دے
خود پرستی کے نشے میں چور انسانوں کو دے

اپنے دیوانوں کو فرزانہ بنا دے ساقیا
نخوتِ باطل کو افسانہ بنا دے ساقیا

آتشِ سیالِ الفت جام میں بھر دے مجھے
شعلۂ صہبا سے شعلہ سر بسر کر دے مجھے

جام یہ بھر دے مئے کہنہ کی چنگاری کیساتھ
مشتعل کر دے مئے کہنہ کی چنگاری کیساتھ

بادہ ٹپکا دے دہانِ خامۂ شاعر میں آج
آگ برسا دے زبانِ خامۂ شاعر میں آج

جامِ رنگیں سی قلم میں زندگی پیدا کروں
تیرگی میں پھر وہی تابندگی پیدا کروں

میرا ایمان ہے محبت میرا مذہب دوستی
میرا مذہب دوستی ہے میرا مشرب دوستی

گورو نانک کی پیدائش کیوقت ہندوستان کی حالت کا نقشہ

(۱)

ریاستوں میں خانہ جنگی

ہند میں ہر سو مسلمانوں کا سکہ تھا رواں
دو اسلامی تھا اسلامی حکومت تھی یہاں

چھوٹے چھوٹے ہر جگہ تھے راجواڑے بیشمار
حکمراں تھے جن میں ہندو راجگانِ با وقار

انمیں لیکن ہر گھڑی ہر وقت ہی رہتی تھی جنگ
امن محوِ خواب تھا اور جاگتی رہتی تھی جنگ

رات دن ان راجگانِ حکمراں میں جنگ تھی
جنگ تھی ہر سو زمین و آسماں میں جنگ تھی

ہر گھڑی آپس ہی میں خنجر بکف رہتے تھے
مستقل فتنوں کو رازِ زندگی کہتے تھے یہ

ایک ایک ہو کر فنا ہونا یہ کرتے تھے پسند
جنگ میں خود مبتلا ہونا یہ کرتے تھے پسند

ایک ایک ہو کر تباہی کیطرف جلتے تھے یہ
متحد ہو کر نہ دشمن کیطرف آتے تھے یہ

غیر سے ملتے تھے آپس میں یہ مل سکتے نہ تھے
باہمی امداد کی خاطر یہ ہل سکتے نہ تھے

اس سے فتنے کی نگاہونکو مدد ملتی رہی
غیر ملکی پادشاہوں کو مدد ملتی رہی

جن سے شکوہ تھا انہیں ظلموں کا اور بیداد کا
تنگ تھا دل جن سے انکی فطرتِ آزاد کا

ب

مختلف مذاہب میں جنگ

دوسری جنگ اک مذاہب پر ستاروں میں تھی
جنگ ہی جنگ ان عداوت کے علمداروں میں تھی

ہندو مسلم تھے باہم بطرح الجھے ہوئے
تھے نہ کچھ ان کے مذاق باہمی سلجھے ہوئے

ایک کو اک پر فضیلت کا رہا دھوکا مدام
راہِ حق کی واقفیت کا رہا دھوکا مدام

مسجد و مندر ادھر مصروف تھے پیکار میں
اور ادھر آویزشیں تھیں سبحہ و زنار میں

برہمن اور شیخ دونو تھے علمبردارِ جنگ
دونو میرِ کارواں تھے قافلہ سالارِ جنگ

سوچتے رہتے تھے فتنہ خیز باتیں رات دن
ڈھونڈتے رہتے تھے حشر انگیز گھاتیں رات دن

شاد تھے ان شغلِ ہائے ناروا میں شاد تھے
جور میں بے قید تھے بیداد میں آزاد تھے

کشمکش سے ایک دم جی ان کا گھبراتا نہ تھا
انکے دل میں مل کے رہنے کا خیال آتا نہ تھا

جادۂ مذہب سے دونو ہٹ گئے تھے دور تھے
چور تھے یہ کبر و نخوت کے نشے میں چور تھے

تھا دماغوں میں تکبر کا دھواں چھایا ہوا
دونو قوموں نے تھا مذہب کو غلط سمجھا ہوا

کر رہے تھے دین کی جو ترجمانی تھی غلط
انکے لب پر اپنے مذہب کی کہانی تھی غلط

جز تعصب اپنے مذہب کو سمجھ سکتے نہ تھے
لفظ کے پردے میں مطلب کو سمجھ سکتے نہ تھے

(ج)

ذہنی اور اخلاقی کمزوریاں

دیدنی تھیں انکے ذہنی ارتقا کی پستیاں
پستیاں قلب کدورت آشنا کی پستیاں

باہمی الفت نہ تھی اخلاق و ہمدردی نہ تھی
جذبۂ الفت سے فطرت آشنا انکی نہ تھی

دشمنی تھی انکو آپس کی رواداری کیساتھ
تھا لگاؤ انکو ہر فتنے کی بیماری کیساتھ

رنگ ہے ناچاقیوں کے انکے دل آباد تھے
خوش تھے فتنوں میں سدا جھگڑوں میں ہر دم شاد تھے

دشتِ ظلمت میں صداقت کا تھا دم بھولا ہوا
تھا انہیں گویا خدا کا نام تک بھولا ہوا

مضطرب تھی یہ زمیں امن و اماں کیواسطے
اک علمبردارِ الفت کے نشاں کیواسطے

جو زمانے میں نئے سر سے کرے پیدا حیات
جو کلامِ روح پرور سے کرے پیدا حیات

جو فروغِ نور سے ظلمت میں تابانی کرے
فطرتِ انساں میں پیدا پاکدامانی کرے

آئے جو قوموں کو الفت کی صدا دیتا ہوا
اہلِ عالم کو اخوت کی صدا دیتا ہوا

رحمت کا نزول

دیکھکر اس جہل کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو
پاؤں سے تا اوجِ سر چڑھتے ہوئے سیلاب کو

التفاتِ صانعِ قدرت میں جوش آ ہی گیا
ابرِ رحمت اس زمینِ خشک پہ چھا ہی گیا

آگئی شمعِ حقیقت خود مجازی رنگ میں
وسعتیں ہونے لگیں پیدا جہانِ تنگ میں

ظلمتوں میں گنبدِ بے در سے نکلا آفتاب
مہتہ کالو کھتری کے گھر سے نکلا آفتاب

گود میں ماتا تریپتا جی کی جو رخشاں ہوا
ان کی قسمت کے رخِ انور پہ جو افشاں ہوا

گورو صاحب کی ولادت

منہ اندھیرے صبحدم مژدہ یہ کیا لائی نسیم
بوئے گل سے مست اٹھلاتی ہوئی آئی نسیم

کھل گئے فرطِ مسرت سے حسیں کلیوں کے دل
گلستانِ دہر میں آئی بہارِ مستقل

مطلعِ انسانیت سے اٹھ گئے سارے حجاب
ہند میں طالع ہوا روحانیت کا آفتاب

تا ابد زندہ رہے کیونکر نہ تلونڈی کا نام
جو بنا قسمت سے نانک کی ولادت کا مقام

پندرہ سو چھبیس سمت بکرمی وہ سال تھا
جس نے اس آفاق کی قسمت کو روشن کر دیا

گرم تھی ہر سمت اک عارف کے آنے کی خبر
جھک رہی تھی سوئے نوزائیدہ گردوں کی نظر

خاکیانِ بزمِ گیتی زمزمہ پرواز تھے
نوریانِ آسماں سب گوش بر آواز تھے

گود تھی ماں کی درخشاں باپ کی قسمت بلند
جن کو سونپا تھا مقدر نے یہ طفلِ ارجمند

جنکے گھر تقدیر سے پیدا ہوا تھا وہ بشر
آدمیت ناز کر سکتی ہے جس کی ذات پر

یعنی وہ نانک امین و رازدارِ زندگی!
جس پہ صدقے جس پہ قربان تھی بہارِ زندگی

جس کی ذاتِ نیک قوموں میں تھی وجہِ اتحاد
جس کی ہستی نے مٹا ڈالے زمانے سے فساد

صبح بنکر جو لڑا البغض و حسد کی رات سے ۔۔۔ آ گئے سب کھنچ کے اک مرکز پہ جسکی ذات سے
ابر تھا جو اونچی نیچی وادیوں پر چھا گیا ۔۔۔ نور تھا جو ہر طرف آبادیوں پر چھا گیا
جس نے انسانوں کے سینوں میں اجالا کر دیا ۔۔۔ جس نے دنیا بھر میں حق کا بول بالا کر دیا

کالو چند کو دولتاں دایہ کا مبارکباد دینا

نانک اعظم تولد جب ہوئے وقت سحر ۔۔۔ مضطرب تھے سیمگوں جلوے در و دیوار پر
سب نے یہ دیکھا کہ چہرے سے نمایاں ہے وہ نور ۔۔۔ جس سے ظاہر ہو رہی ہے قدرت رب غفور
وہ جبیں جس سے کہ مہر و ماہ کو ہو انفعال ۔۔۔ وہ رخ روشن کہ جس کی داد دے بدر کمال
مصحف رخ پر تھے دو سیمیں ورق رخسار کے ۔۔۔ فرق کو گھیرے ہوئے تھے دائرے انوار کے
تھی نمایاں اس بلا کی روشنی رخسار سے ۔۔۔ کھل گئیں دایہ کی آنکھیں پرتو انوار سے
باپ کو دیکر مبارکباد یوں گویا ہوئی ۔۔۔ لے میں قرباں جاؤں قسمت ہے بڑی سرکار کی

لاکھ بچے میں نے ان آنکھوں سے دیکھے ہیں مگر
اور ہی کچھ شان اس بچے کی آتی ہے نظر

ہے یقین مجھکو یہ بچہ صاحبِ اقبال ہے
صاحبِ بخت جواں ہے اور فرخ فال ہے

باپ اس مژدے کو سن کر شاد و فرحاں ہو گیا
ذرہ ذرہ گاؤں کا گویا گلستاں ہو گیا

پنڈت ہردیال کا گورو صاحب کے متعلق پیش گوئی کرنا

جوتشی پنڈت کو بھی پیغام پہنچایا گیا
اور بصد تاکید اپنے گھر میں بلوایا گیا

آگیا پیغام سنتے ہی منجّم ہردیال
دو لتاں دایہ سے پوچھا آکے پیدائش کا حال

جوتشی سے دولتاں دایہ بیاں کرنے لگی
حال پیدائش کا یوں اس پر عیاں کرنے لگی

وقتِ پیدائش یہ بچہ مطلقاً رویا نہیں
عام بچوں کی طرح رو رو کے جی کھویا نہیں

ہنس رہا تھا طفلِ نو مولود اور حیراں تھی میں
شاد تھی یہ ہستیٔ مسعود اور حیراں تھی میں

میں نے بام و در سے عشرت خیز آوازیں سنیں
میں نے سارے گھر سے حیرت خیز آوازیں سنیں

دیوتاؤں کی صدائیں گونجتی تھیں کانہیں
سینکڑوں دلکش نوائیں گونجتی تھیں کانہیں

نوریانِ عرشِ اعلیٰ زمزمہ پرداز تھے
ساکنانِ پست و بالا گوش برآواز تھے

سُن کے باتیں محوِ حیرت تھا منجم ہر یال
باعثِ حیرت تھا اس بچے کی پیدائش کا حال

اس نے دایہ سے کہا بچے کو دکھلاؤ ذرا
پوچھ کر ماتا پتا جی سے لے آؤ ذرا

مضطرب ہے دل مرا اس طفل کے دیدار کو
چاہتا ہوں میں بھی دیکھوں ایسے برخوردار کو

جوتشی کے سامنے یہ طفل جب لایا گیا
دیکھ کر فرطِ خوشی سے دفعتاً کہنے لگا

واقعی سچ ہے یہ بچہ حاملِ اسرار ہے
ہو نہ ہو یہ کوئی راجہ ہے کوئی اوتار ہے

بچہ یہ اکدن پھلے گا اور پھولے گا ضرور
اسکے سر پر چترِ عزّ و جاہ جھولے گا ضرور

پیش گوئی کی کہ یہ بچہ ہے رحمت کا نزول
جس کے دم سے آدمیّت کی دعا ہوگی قبول

جو شعاعِ نور بنکر چارسو چھا جائیگا
مختلف قوموں کو اک منزل پر اکدن لائیگا

جس کا نغمہ دور کر دے گا مذاہب سے نفاق
ڈال دے گا ہندو مسلم میں طرحِ اتفاق

جو الاپے گا اخوّت کی سریلی راگنی
حق کی وحدت کی صداقت کی سریلی راگنی

جو جواں ہو کر کسی دن ہند پر چھا جائیگا
مطلعِ ہندوستاں کا چاند جو کہلائیگا

گورو صاحب کے بچپن کا زمانہ

گود میں فطرت کی نانک پرورش پاتے رہے — آتشِ حق سے حرارت اور تپش پاتے رہے
آپ سے رہنے لگا خلوت میں کوئی ہم کلام — قلب پر چھانے لگی اک بیخودی سی صبح و شام
صدق کے انوار تا حدِ نظر دکھلا گئے — بزمِ فطرت میں خدا کو جلوہ گر دکھلا گئے
دوپہر کو سنسناتے کیکروں کے درمیاں — کوئی زرّین تاج اپنا حسن کرتا تھا عیاں
شب کے سنّاٹے میں ہلکے بادلوں میں سے کوئی — آپ کو اکثر سُناتا تھا سریلی راگنی
راگنی کیا تھی محبت اور اخوّت کا سبق — چشمِ بینا کے لئے کثرت میں وحدت کا سبق
خلق کو انسانیت میں ڈھالنے کیواسطے — باہمی الفت کی عادت ڈالنے کیواسطے
درس اک لیتے رہے فطرت سے یوں لیل و نہار — رفتہ رفتہ عمر کی بھی پانچویں آئی بہار

پانچ سال کی عمر کا زمانہ

عالمِ طفلی سے تھی نانک میں درویشی کی شان — انکے چہرے پر نظر آتی تھی حق کیشی کی شان

پختگی کردار میں سنجیدگی اطوار میں
تھا سراپا نور چہرہ حلقۂ انوار میں

عالمِ طفلی میں غور و فکر کی عادت رہی
کیفِ دیدارِ جمالِ دوست کی حالت رہی

ہو کے دو زانو کبھی ہوتے تھے جب خلوت گزیں
انکے چہرے پر نظر آتے تھے انوارِ یقیں

کوئی سادھو جیسے جوگ ابھیاس میں مشغول ہو
بے خبر طاعاتِ ربّ الناس میں مشغول ہو

جب کبھی ہم عمر بچوں میں چلے جاتے تھے وہ
ان کو ست کرتار کا اپدیش فرماتے تھے وہ

مست رہتے تھے ہمیشہ ایشور کی یاد میں
جلوہ گر پا کر اسے بزمِ جہاں آباد میں!

چیز کوئی گھر سے ملتی تھی تو لے لیتے تھے وہ
آ کے مسکینوں میں پر تقسیم کر دیتے تھے وہ

ان پہ اکثر رات دن اک بیخودی رہنے لگی
انکے دل میں الفتِ حق کی ندی بہنے لگی

روز و شب عشقِ حقیقی کے مزے لینے لگے
قلب کو ہر وقت درسِ بیخودی دینے لگے

اس طرح جب مست انکو دیکھتے رہتے تھے لوگ
بیٹھتے تھے جب کبھی آپس میں کہتے تھے لوگ

ہے کوئی سادھو یہ کالو چند کا لڑکا ضرور
اس کی آنکھوں سے نمایاں ہے شعاعِ برقِ طور

یادِ حق میں مست تھے مخمور تھے مجذوب تھے
ان کو یہ لمحاتِ عرفانی بہت مرغوب تھے

آغازِ تعلیم۔ پنڈت گوپال داس سے چرچا

نشی نے ایک دن آکر یہ کالو سے کہا — ہے مکمل آپ کے فرزند کی فہم و ذکا
عا ہے اس کو حاصل رفعتِ پرواز ہو — نیک ساعت ہے اگر تعلیم کا آغاز ہو
س مناسب مشورے پر باپ راضی ہو گیا — مدرسے کی سمت گھر سے لیکے نانک کو چلا
ند سکّے اور کچھ چادر میں چاول ڈالکر — آگے آگے باپ تھا اور پیچھے پیچھے تھا پسر
اؤں سے باہر کی جانب جس جگہ مڑتی تھی راہ — اک پرانا سا مکان بچوں کی تھی تعلیم گاہ
درسے میں اس جگہ اُستاد تھا گوپال داس — مطمئن تھا زندگی میں شاد تھا گوپال داس
ندسہ علمِ ریاضی وہ پڑھاتا تھا یہاں — اور بہی کھاتے کا بھی کچھ فن سکھاتا تھا یہاں
س جگہ نانک کو کالو چند لیکر آگیا — واسطے پنڈت کے تحفے چند لیکر آگیا
یکھکر استاد اپنے اس نئے شاگرد کو — خوش ہوا اور ہنس کے خوش ہو کہنے لگا جیتے رہو
ل طرف بچوں میں جاکر خامشی سے بیٹھ جاؤ — سب جہاں بیٹھے ہیں باہر خامشی سے بیٹھ جاؤ
عد تھوڑی دیر کے خود ہی بلاؤنگا تمہیں — یاد کرنا دھیان سے جو کچھ پڑھاؤنگا تمہیں

حکم سے پنڈت کے نانک اکطرف بیٹھے رہے　　سامنے استاد کے بالائے صف بیٹھے رہے

دوپہر بچوں کو پنڈت جی سبق جب دے چکے　　چہرۂ نانک کی جانب پہلے دیکھا غور سے

اور پھر اس اپنے نئے شاگرد کو آواز دی　　ابتدا کرنے لگے تعلیم کے آغاز کی

سنکے یہ آواز پہنچے آپ پنڈت جی کے پاس　　جم گئی استاد کے رخ پر نگاہِ حق شناس

بسکہ تھا روزِ ازل سے بادۂ حق کا سرور　　ہنس کے فرمایا مجھے کیسا سبق دینگے حضور

سنکے اس نو عمر بچے سے یہ پنڈت نے سوال　　پہلے فہم و فطرتِ نانک پہ دوڑایا خیال

پھر کہا دنیا کے قابل ہم بنائیں گے تمہیں　　علم جو دنیا میں کام آئے سکھائیں گے تمہیں

ہندسہ ہیئت ریاضی وید اور دیگر علوم　　اور علاوہ انکے جو بہتر سے ہیں بہتر علوم

شوق سے حاصل کرو بڑھتے رہو پھل پاؤ گے　　علم کے زینے پہ تم چڑھتے رہو پھل پاؤ گے

سنکے نانک نے دیا پنڈت کو یوں اسکا جواب　　اے مرے استاد بنیادِ زمانہ ہے خراب

علم دنیا ہے فقط اربابِ دنیا کے لئے　　فائدہ اس سے نہیں ہے کوئی عقبےٰ کے لئے

بہرہ ور جو علمِ دنیا سے ہوا خالی رہا　　آخرت میں وہ ہمیشہ وقفِ پامالی رہا

عمر ضائع کی ہے سیکھا جس نے دنیا کا حساب　　دے نہیں سکتا وہ خالق کے سوالوں کا جواب

…ب تجھے نسخہ بتاؤں ہے اگر شوقِ رقم! ‏ ‏ ہو تصور کی سیاہی الفتِ حق کا قلم
…م ہو قرطاس مصروفِ رقم وجدانِ دل ‏ ‏ یہ حسابِ عارفانہ ہے یہ ہے عرفانِ دل
…ھ اگر لکھنا ہے تجھ کو ذاتِ باری کی صفات ‏ ‏ آخرت میں یہ سند کام آئیگی بہرِ نجات
…ن کے یہ تقریر پنڈت جی کو حیرانی ہوئی ‏ ‏ سخت اپنی عمرِ رفتہ پر پشیمانی ہوئی
…ر گھڑی ہر وقت فکرِ عاقبت رہنے لگا ‏ ‏ روز و شب دل میں خیالِ آخرت رہنے لگا
…یہ جو سکول میں پڑھنے کو آیا تھا ابھی ‏ ‏ اس نے آنکھیں کھولدیں اک رمز میں استاد کی
…لقۂ علم ازل نانک کے گرداگرد تھا! ‏ ‏ درس خود استاد لے جس سے وہ شاگرد تھا

مولوی قطب الدین سے تعلیم

…ب ریاضی کیطرف مائل نہ کچھ دیکھا انہیں ‏ ‏ پاس مُلاجی کے کالو چند نے بھیجا انہیں
…اکہ علمِ فارسی سے بہرہ ور ہو جائیں وہ ‏ ‏ علم کچھ پڑھ کر جہاں سے باخبر ہو جائیں وہ

…ے گورو صاحب نے اس موقعہ پر مندرجہ ذیل شبد اچارن کیا۔
…ال موہ گھس مس کر مت کاغذ کر سار۔ بھاؤ قلم کر چت لکھاری لکھ وچار۔
…ھ نام صلاح لکھ لکھ انت نہ پاراوار۔ بابا ایہہ لیکھا لکھ جان جتے لیکھا منگئے تتھے ہوئے سچائی شان۔

الغرض نانک جب آئے مولوی صاحب کے پاس — نور سے معمور کر کے اپنا قلب حق شناس

مولوی صاحب الف ب ت کو دہرانے لگے — حرف ابجد کے گورو صاحب کو سمجھانے لگ

سنکے نانک نے کہا تشریح فرما دیجیے — کیا الف ب ت کا مطلب ہے یہ سمجھا دیجے

مولوی صاحب نے فرمایا سنو میرے عزیز — ہو گئی کیا تم کو ابھی مطلب سمجھنے کی تمیز

تمکو مطلب کیا بتاؤں ہیں یہ ابجد کے حروف — انکے معنی کیا سکھاؤں ہیں یہ ابجد کے حروف

ابتدا میں انکے معنوں کی طرف جاؤ نہ تم — انکو رٹ لو اور کچھ معنوں کا غم کھاؤ نہ تم

اسقدر رکھتے نہیں تم وسعتِ قصرِ دماغ — جسمیں روشن کر سکے کوئی حقیقت کا چراغ

اس پہ نانک نے کہا مطلب بیاں کرتا ہوں میں — آپ سن لیجئے حقیقت کو عیاں کرتا ہوں میں

میں سمجھتا ہوں الف کو ہے الف اللہ کا — ہے نشانِ اولیں جو اک خدا کی راہ کا

ب کا مطلب ہے کہ تو دنیا سے بدعت دور کر — قلب کو اللہ کے انوار سے معمور کر

لہ گورو صاحب نے پوری سی حرفی مولوی صاحب کو سنائی جسمیں سے کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے

الف اللہ نوں یاد کر غفلت منوں وسار — سانس پلٹے نام بن دھرگ جیون سنسار

ب بدعت کو دور کر قدم طریقت راکھ! — سبھناں اگے نیوں توں مندا کسے نہ آکھ

ت توبہ کر عاجزی سائیں بے پرواہ — ساتھ نہ چلے قطب دین جنم گنواؤ باد

ث ثنا کر رب دی خالق نوں کر یاد! — یاد نہ کیتو قطب دین جنم گنواؤ باد

دل کسی ساعت برائی کیطرف مائل نہ ہو
حیف اُس پر جو بھلائی کیطرف مائل نہ ہو

ت کا مقصد ہے کہ توبہ کر خدا کے سامنے
خالقِ جاں مالکِ ہر دوسرا کے سامنے

عاجزی ہر حال میں لازم ہے انساں کیلئے
شرطِ اوّل ہے یہی خالق کے عرفاں کیلئے

الغرض اس طفلِ دانا نے الف سے تا بہ یا
بالوضاحت ساری ابجد کے دیئے معنی بتا

پنڈت برج ناتھ سے چرچا

پندرہ سو پچیس سمت بکرمی تھا ہمنشیں
عمر تھی نانک کی جب نو سال یا دس کے قریں

پاس پنڈت جی کے کالو چند نے بھیجا انہیں
تا بنا دیں سنسکرتی علم میں یکتا انہیں

گاؤں بھر میں عالم و فاضل تھے پنڈت برجناتھ
سنسکرتی علم میں کامل تھے پنڈت برجناتھ

سنسکرتی علم نانک کو پڑھانے کے لئے
اور ابجد کے حروف ازبر کرانے کیلئے

لوح پر اونکار پہلے لکھ کے دکھلایا انہیں
بولنا اس لفظ کا پھر خوب سمجھایا انہیں

یہ مگر کافی نہ تھا ان کی تسلّی کے لئے
ان کا دل بیتاب تھا حق کی تجلّی کیلئے

پوچھا پنڈت جی سے اس اونکار کا مطلب ہے کیا
اور اس تحریر سے سرکار کا مطلب ہے کیا

سن کے پنڈت نے گوروجی سے کہا صد آفریں — تم مگر اس عمر میں مطلب سمجھ سکتے نہیں

ابتدا میں کوئی معنوں کیطرف جاتا نہیں — پہلے معنی کوئی بھی بچوں کو سمجھاتا نہیں

تم ہی بتلاؤ کہ تم معنی سمجھ سکتے ہو کیا — تم ہی سمجھاؤ کہ مطلب کیا ہے لفظ اونکار کا

آپ نے ہنسکر کہا تشریح سن لیجیے حضور — اور اس تشریح پر کچھ غور بھی کیجے حضور

یہ جہاں[1] اونکار یا پرمیشور کا نور ہے — ذرہ ذرہ جس کے پرتو سے چراغ طور ہے

اس نے انسانوں کو اپنے نور سے پیدا کیا — پھر دل عالم کو اپنی ذات پر شیدا کیا

بزم عالم اس کی صنعت کا نمونہ ہے تمام — نور و ظلمت اس کی قدرت کا نمونہ ہے تمام

پڑ رہے ہیں آپ پنڈت جی یہ کس جنجال میں — بندگی پرمیشور کی کیجیے ہر حال میں

حمد لکھیے ایشور کی اس جنوں کو چھوڑیے — الفت دنیا کی زنجیریں خدارا توڑیے

سن کے یہ تشریح پنڈت جی بھی حیراں ہو گئے — عقل و دانش پر گورو صاحب کی قرباں ہو گئے

---

[1] گوروصاحب نے اس موقعہ پر مندرجہ ذیل شبد اچارن کیا۔

اونکار برہما اتپت اونکار کیا جن چت — اونکار سہل جگ بھے اونکار بید نرمئے

اونکار شبد ادھرے اونکار گرمکھ ترے — اوم اکھر سنو وچار اوم اکھر تربھون سار

سن پانڈے کیا لکھو جنجالا!! — لکھ رام نام گورمکھ گوپالا!!

رسمِ زُنّار بندی

رفتہ رفتہ نانکِ اعظم جواں ہونے لگے
غنچے سے گل گل سے رشکِ گلستاں ہونے لگے

ایک دن ماں باپ نے یہ مشورہ باہم کیا
خیر سے اب تو یہ لختِ دل سیانا ہو گیا

اب مناسب ہے کہ پہنا دیں اسے زنار بھی
اپنے سر سے ہم اتاریں فرض کا یہ بار بھی

نیک ساعت دیکھ کر اک دن تہیہ کر لیا
اور اس تقریب کا ساماں مہیہ کر لیا

گھر میں کالو چند کے سب اقربا آنے لگے
وجد میں آ کر زمین و آسماں گانے لگے

آئے پنڈت جی ہون کی رسم ادا ہونے لگی
مذہبی رسم کہن کی ابتدا ہونے لگی

منتروں کے گنگنانے کی صدا آنے لگی
مست ہو کر سرمدی نغمے ہوا گانے لگی

ہر طرف نانک کو حلقے میں لئے تھے شیخ و شاب
ایک ہالہ تھا کہ جسمیں جلوہ گر تھا ماہتاب

جب ہون میں ہو گئے مصروف سارے رشتہ دار
اپنے مسند سے پروہت جی اٹھے با صد وقار

پاس نانک کو بلایا اور بٹھایا پیار سے
کر دیا بچے پہ جادو دلنشیں گفتار سے

با ہزاراں زیب و زینت با ہزاراں رنگ و بو
حلقۂ زنار کو کرنے لگے زیبِ گلو

گنگناتے زیرِ لب جسوقت پنڈت جی اُٹھے
اک حسیں زنار نانک کو پہنانے کیلئے

ہاتھ ان کا روک کر فوراً یہ نانک نے کہا
کیا ہے اس دھاگے کے پہنانے سے مطلب آپکا

مسکرا کر برہمن نے یوں دیا اس کا جواب
توبہ توبہ اتنی گستاخی درِیں کارِ ثواب

روح اور تن کی نجاست دور کر دیتا ہے یہ
دل کو صاف اور روح کو پُرنور کر دیتا ہے یہ

بہرِ اطمیناں یہ ناکافی تھا پنڈت کا جواب
ہو نہیں سکتا تھا یہ نانک کی حجت کا جواب

ہنس کے فرمایا کہ یہ تکلیف رہنے دیجئے
اپنے اس دھاگے کی یہ تعریف رہنے دیجئے

چور اور قزاق بھی کیا اسکے حلقے میں نہیں
کانپتے رہتے ہیں جن کے خوف سے اہلِ زمیں

یہ مقدس سوت کا دھاگہ پہن کر بھی شریر
بن نہیں سکتے کبھی معصوم یا روشن ضمیر

پاک ہیں کیا روح و قلب ان سب کے فرمائیں حضور
کیا گنہ سب اس سے دُھل جاتے ہیں بتلائیں حضور

کیا یہ کفارہ ہے ان لوگوں کے عصیاں کیلئے
کیا سند ہے یہ کوئی دھرم اور ایماں کیلئے

دل ہے گر ناپاک تو زنار کر سکتا ہے کیا
قلب تیرہ کو یہ پُرانوار کر سکتا ہے کیا

جنکے گندے ہیں چلن ناپاک ہے جنکے خمیر
بن نہیں سکتے کبھی زنار سے روشن ضمیر

گر دلوں میں باطنی زنار ہونا چاہیے
باطنی طاقت سے بیڑا پار ہونا چاہیے

آنکھ پر اک چاہیے زنار تو اک کان پر — جسم پر ہو اک اگر زنار تو اک جان پر
باطنی زنار کی تعریف سن اے حق شناس — صبر کا ہو سوت اس میں مہربانی کی کپاس
اس میں بل صدق و صفا کے چاہئیں اے برہمن — ضبط کے شرم و حیا کے چاہئیں اے برہمن
ہو گرہ اس میں تو ہو پرہیزگاری کی گرہ — باہمی الفت محبت غمگساری کی گرہ
ہو اگر زنار ایسا پھر وہ کھو سکتا نہیں — ٹوٹ بھی سکتا نہیں میلا بھی ہو سکتا نہیں
بے تکلف لاؤ گر ایسا کوئی زنار ہو — جو مری مالا بنے میرے گلے کا ہار ہو
تم بھی پہنو اور مجھے بھی دو پہننے کیلئے — یہ نہیں ممکن تو باز آیا میں اس زنار سے

تعلیم سے بے نیازی

کچھ دنوں تک مدرسے جاتے رہے نانک مگر — دل رہا کرتا تھا فرطِ بیخودی سے بیخبر
جانبِ تعلیمِ دنیا ان کا دل راغب نہ تھا — سر میں سودا تھا تو بس اک الفتِ اللہ کا

۱؎ گورو صاحب نے اس موقعہ پر مندرجہ ذیل شبد سنایا۔
دیا کپاہ سنتوکھ سوت جت گنڈھی ست وٹ — ایہہ جنیو جیو کا ہے تاں پانڈے گھت !!
نہ ایہہ ٹٹے نہ مل لگے نہ ایہہ جلے نہ جائے — دھن سو مانس نانکا جو گل چلے پائے۔

اک نفس بھی درس کا دل پر نہ پڑتا تھا اثر / ہر گھڑی رہتی تھی ان کی جانبِ باطن نظر
درس کی پابندیوں سے زندگی آزاد تھی / تھی تو قلبِ پاک و روشن میں خدا کی یاد تھی
انکو حلقے میں لئے رہتی تھیں وہ رنگینیاں / جنکے پرتو سے جھلکتی تھی جبینِ آسماں
انکے ساتھی جمع جب اعداد کرتے یا شمار / اس گھڑی وہ دیکھتے رہتے تھے نبضِ روزگار
اپنے درس اپنے سبق کی کچھ خبر انکو نہ تھی / اور رغبت مدرسے سے ذرہ بھر ان کو نہ تھی
ان کو رغبت تھی تو اک خلّاق اک معبود سے / دور تھی تعلیم ان کی منزلِ مقصود سے

باپ کی فہمائش

آپ کی تعلیم کا جب باپ نے دیکھا یہ حال / چھا گئی افسردگی دل پر ہوا بے حد ملال
پاس اپنے ایک دن بلوا کے نرمی سے کہا / مکتب و تعلیم سے اچھا نہیں ہے بھاگنا
مدرسے تم درس لینے کے لئے جاتے نہیں / صبح کو گھر سے نکل کر شام تک آتے نہیں
کیوں تمہارا جی نہیں لگتا ہے پڑھنے میں کبھی / کیوں نصیحت یاد تم رکھتے نہیں استاد کی
تم سبق اپنا سناتے کیوں نہیں استاد کو / تم کبھی خوش کر کے آتے کیوں نہیں استاد کو

اے مرے لختِ جگر یہ حیلہ سازی تابکے
اے مرے نورِ نظر یہ بے نیازی تابکے

اب تو سیانے ہو چکے ہو تم کوئی بالے نہیں
تم سے بے پڑھا تمہارے مدرسے والے نہیں

آج تم پڑھنے سے گھبراتے ہو کل پچھتاؤ گے
علم کو ٹھوکر نہ مارو ٹھوکریں خود کھاؤ گے

پھول بن جائیگا کانٹا بحر بن جائیگا ریت
عمر بھر پچھتاؤ گے چڑیاں جو چگ جائینگی کھیت

وقت ہی تعلیم کا اس وقت کو کھوتے ہو کیوں
سرزمینِ گل میں نخلِ خار تم بوتے ہو کیوں

میری حسرت ہے بنو تم علم کے سرمایہ دار
دل کے گنجینے میں دولت علم کی ہو بیشمار

علم کی دولت بڑی دولت ہے اے جانِ پدر
یہ وہ دولت ہے نہیں ہے جسکے گم ہونے کا ڈر

کیوں نہیں پڑھتے یہ دولت جمع کرنیکے لئے
علم کے گوہر سے دامن اپنا بھرنے کیلئے

آپ کی کوشش مگر بے سود تھی بیکار تھی
علمِ دنیا سے طبیعت آپ کی بیزار تھی

اک نظر بھاتی نہ تھی تعلیمِ دنیا آپ کو
گھیرے رہتی تھی ہمیشہ فکرِ عقبیٰ آپ کو

تھا نہ کچھ دنیا سے مطلب تھی نہ دلمیں حرص و آز
اسلئے وہ علم کی تحصیل سے تھے بے نیاز

آپ خود گنجینۂ عرفاں تھے اور خوشحال تھے
معرفت کی سرمدی دولت سے مالا مال تھے

جس کو کوئی کیا پڑھائے اسکا کون استاد ہو
ہیچ یہ جس کی نظر میں عالمِ ایجاد ہو

رازِ فطرت اسکے آگے کیا کرے کوئی بیاں
کھل چکے ہوں جسکی دانائی پہ اسرارِ جہاں

طبع پر اس کی اثر ہو کیا بیانِ علم کا
قلب جس کا آئینہ ہو کل جہانِ علم کا

خود وہ بن جاتا ہے عالم بن کتاب الٹے ہوئے
حسنِ فطرت جسکے آگے ہو نقاب الٹے ہوئے

باپ کو تعلیم سے مایوسی

کوششیں ہر چند کیں ماں باپ نے تعلیم کی
طبعِ نانک کو مگر تعلیم سے رغبت نہ تھی

ہو گیا مایوس جب کالو تو نانک سے کہا
میرے کہنے سننے کی پروا نہ کی تم نے ذرا

میری ساری کوششیں بیکار آتی ہیں نظر
تم پہ کچھ ہوتا نہیں میری نصیحت کا اثر

حیف ہے ہر میری کوشش اس طرح ناکام ہو
حیف ہے میری تمناؤں کا یہ انجام ہو

صاف گر کرتے نہیں دل علم کی صیقل سے تم
تو مویشی ہی چرا لایا کرو جنگل سے تم

یہ مویشی ہیں انہیں جنگل میں لے جایا کرو
اور انہیں دن بھر چرا کر دل کو بہلایا کرو

مٹ گیا یوں خاطرِ نانک سے غم اسکول کا
اور جانا ہو گیا بند ایک دم اسکول کا

اب وہ گھنٹی کی صدائیں کان میں آتی نہ تھیں
حاضری کے وقت کی پابندیاں جاتی رہیں

مدرسے جانے کی بیجا زحمتوں سے بچ گئے
اور حصولِ علم و فن کی آفتوں سے بچ گئے

مویشی چرانا

سامنے آنکھوں کے اب جنگل تھا آبادی نہ تھی
اک سکوتِ مستقل تھا شور زرا وادی نہ تھی

دشت کے دامن میں گویا اک جہانِ آباد تھا
ذرہ ذرہ اک زبانِ عالمِ ایجاد تھا

ہر طرف جلووں سے چشمِ جلوہ جو تھی دوبدو
بے حجاب آتی تھی ساری بزمِ فطرت روبرو

آپکو ہوتا تھا اکثر خلوتوں میں یہ گماں
کوئی جیسے کر رہا ہو متصل سرگوشیاں

دن کو جب اپنی سریلی صوتیں گاتے تھے مور
رات کو جب چاند کی جانب لپکتے تھے چکور

جب ہوا سے سنسناتی کیکروں کے درمیاں
ابر کے ٹکڑوں سے گرتی تھیں ٹپاٹپ بوندیاں

ساز کو شاخوں کے جب چھوتی تھی مضرابِ ہوا
ہر طرف جب گونج اٹھتی تھی پپیہے کی صدا

مسکراتا تھا کوئی سبزے کی ہر سلوٹ سے جب
نغمے جاگ اٹھتے ہولکے پاؤں کی آہٹ سے جب

بیخودی کو جب گھڑی لبیک کہ دیتا تھا ہوش
آپ سنتے تھے فضا میں اک آوازِ سروش

اس دیے کی فکر میں تھے جو اجالا کر سکے
اور گمراہوں کو جو اللہ والا کر سکے

کھیت سرسبز کرنا

ایکدن کا ذکر ہے جنگل میں تھی جب دوپہر
شعلہ افشاں تھی چراگاہوں میں سورج کی نظر

دوپہر کی خامشی تھی چھاؤنی چھائے ہوئے
اور چراگاہوں کی وسعت گود پھیلائے ہوئے

گھونسلوں میں فاختائیں بیخود و بیہوش تھیں
ٹہنیاں سر در گریباں پتیاں خاموش تھیں

نرم شاخوں پر تھے جھینگر اس طرح چمٹے ہوئے
تار پر خاموش نغمے جس طرح چمٹے ہوئے

نرم جھونکوں سے ہوا کے لہلہاتی گھانس تھی
دوپہر کے سینے میں اک ہلکی ہلکی سانس تھی

چر رہے تھے خشک جوہڑ کے کنارے گھانس پر
سائے میں پیڑوں کے اک جانب مویشی بیخبر

آپ بھی اک پیڑ کے سائے میں تھے بیٹھے ہوئے
لو لگائے اپنے حق اپنے خدا کی ذات سے

دل میں غم لب پر دعا خلق خدا کیواسطے
قلب میں جلوے زباں حمد و ثنا کیواسطے

دوسرے چرواہے بھی جب آ گئے انکے قریب
بیخودی میں آپ فرمانے لگے ذکر حبیب

منتقل سب کی سماعت اس طرف جب ہو گئی
کیف افزا آپ کی ہر جنبش لب ہو گئی

اسقدر مسحور کن تھی آپکی یہ قیل و قال — دل سے چرواہوں کے بھولا اپنے گلوں کا خیال

سب مویشی انکو غافل دیکھ کر خوش ہو گئے — سامنے اک کھیت پر ڈالی نظر خوش ہو گئے

چارپایوں کے شکم بھرنے کا ساماں ہو گیا — ایک دم میں لہلہاتا کھیت ویراں ہو گیا

کھیت کے مالک نے جس دم کھیت کا دیکھا یہ حال — گھٹ گئی تاب تحمل بڑھ گیا رنج و ملال

رنج و غم سے اس کی آنکھوں میں اتر آیا لہو — یعنی غصے سے بجائے اشک بھر آیا لہو

دوڑا چرواہوں کیجانب گوشمالی کیلئے — انتقامِ غفلتِ نقصانِ مالی کیلئے

آیا چرواہوں کے پاس اور انکو دھمکانے لگا — غصہ و قہر و غضب کی تیغ چمکانے لگا

آخر ان بچوں کو تھانے میں پکڑ کر لے گیا — قہر کی زنجیر میں سب کو جکڑ کر لے گیا

گرمِ فریاد و فغاں تھا شاکیِ نقصان تھا وہ — حاکمانِ دادگر سے داد کا خواہاں تھا وہ

بڑھ گیا حد سے تقاضا کھیت کے مالک کا جب — نانکِ اعظم نے فرمایا نہ جھگڑو بے سبب

جھوٹ کی کیوں پھینکتے ہو اسقدر اونچی کمند — سب غلط ہے کھیت کو ہرگز نہیں پہنچا گزند

دیکھ لو چل کر کہیں سے بھی تو کھیت اجڑا نہیں — یہ شکایت یہ گلہ یہ اتہام اچھا نہیں

کھیت والا آپ کی یہ بات سن کر جل گیا — جل گیا غیظ و غضب سے اور سراسر جل گیا

قہر سے بولا کہ کیوں دیتے ہو یہ دھوکا مجھے
روزِ روشن میں یہ دھوکا ہو نہیں سکتا مجھے

نانکِ اعظم نے فرمایا نہیں دھوکا نہیں
دیکھ لو چل کر تمہیں نقصان کچھ پہنچا نہیں

دیر تک ہوتی رہی اس پر بہت کچھ قیل و قال
یہ وہ دعوٰی تھا جسے تسلیم کرنا تھا محال

حاکموں کا دیکھ کر بڑھتا ہوا کبر و غرور
کھیت کیجانب انہیں لانے سے لے آئے حضور

چپہ چپہ کھیت کا سرسبز آتا تھا نظر
اس پہ اب مطلق نہ تھا کوئی تباہی کا اثر

گوشہ گوشہ کھیت کا سرسبز تھا شاداب تھا
دیکھ کر حیران و ششدر جسکو شیخ و شاب تھا

دم بخود تھا کھیت کا مالک یہ حالت دیکھکر
عالمِ طفلی میں نانک کی کرامت دیکھکر

یہ مقدمہ رائے بلار کی عدالت میں پیش ہوا [illegible] تھا

وید کا بلایا جانا

کنجِ تنہائی کے روز و شب مزے لیتے رہے
دل کو عرفانِ حقیقت کا سبق دیتے رہے

صبح ہوتے ہی نکل جاتے تھے آبادی سے دور
خوب کرتے تھے سکونِ قلب سے حاصل سرور

زندگی صحرا میں جنگل میں بسر ہونے لگی!
روز و شب ذکرِ الٰہی پر گذر ہونے لگی!

خواب کے عالم میں جب ہوتی تھی چشمِ روزگار
محوِ حق رہتے تھے شب بھر نانکِ شب زندہ دار

ہُو کے عالم میں کبھی جی اُنکا گھبراتا نہ تھا
رات کے تاریک سناٹوں میں ٹھراتا نہ تھا

رازِ ہستی کیطرف جب ذہن دوڑاتے تھے وہ
رازِ ہستی کو معاً آغوش میں پاتے تھے وہ

یادِ حق میں اسقدر چھائی ہوئی تھی بیخودی
کچھ خبر ان کو نہ اپنے اور بیگانے کی تھی

اپنے دل میں وہ خیالِ ماسوی رکھتے نہ تھے
مشغلہ کوئی بجز یادِ خدا رکھتے نہ تھے

الغرض ورد و وظائف سے ہمیشہ کام تھا
دل میں یادِ حق لبوں پر الشکور کا نام تھا

جب یہ دیکھا باپ اور ماں سخت گھبرانے لگے
اہلِ قصبہ بھی کئی آ آ کے سمجھانے لگے

باپ نے ان کی یہ مجذوبانہ حالت دیکھکر
ایک دن ان سے کہا اے راحتِ جانِ پدر

اے مرے لختِ جگر اے باعثِ آرامِ جاں
اے مرے دلبند اے چشم و چراغِ خاندان

اے سرورِ قلبِ مادر قرۃ العین[1] پدر
اپنی اس ناگفتہ بہ[2] حالت پہ کچھ تو غور کر

یہ تری گوشہ نشینی یہ مسلسل خامشی
صاف لفظوں میں زبانِ حال سے ہے کہہ رہی

عارضہ تجھ کو دماغی کوئی لاحق ہو گیا
کچھ تو سمجھا دے سکونِ دل ترا کیوں کھو گیا

ایک لائق وید کو لا کر کہا انجام کار
نبض اس کی دیکھئے گا اے طبیبِ نامدار

---

[1] آنکھ کی پتلی۔ [2] ناقابلِ بیان۔

اختلاجِ قلب ہے اس کو کہ ہے سودائے سر | کیوں پریشاں حال رہتا ہے مرا نورِ نظر
وید نے جب نبض دیکھی آپ نے فوراً کہا[1] | نبض کو کیا دیکھتے ہو نبض میں رکھا ہے کیا
اے طبیبِ مقتدر اے ماہر و دانا حکیم | ماورا ہے اب حدِ ادراک سے حالِ سقیم
کس مرض کی جستجو میں نبض پر رکھتے ہو ہاتھ | ہمکو دردِ عشق ہے اور عشق ہی مولا کیساتھ
اے حکیم بے بدل سودائے الفت ہے مجھے | جستجوئے منزلِ کہنہ حقیقت ہے مجھے
غلبۂ سودا جسے ناحق سمجھ بیٹھا ہے تو | وہ تو ہے دل میں مرے مولا کا داغِ آرزو
یہ تری تشخیص بیجا الاماں والحذر | چھوڑ دے بس چھوڑ دے اب مجھکو میرے حال پر

سانپ کا گورو صاحب کے چہرے پر سایہ کرنا

ذکر ہے اک روز باہر گاؤں سے رائے بلار[2] | جا رہا تھا مست و خوش رفتار گھوڑے پر سوار

---

[1] گورو صاحب نے اس موقعہ پر مندرجہ ذیل شبد اچارن کیا۔
وید بلایا ویدگی پکڑ ڈھنڈولے باہہ | بھولا وید نہ جانئے کرگ کلیجہ ماہہ
جا بید اگھر آپنے میری تھاہ نہ ہے | ہم رتے شو لینے توں کس دارو دے

[2] رائے بلار تلونڈی کا مسلمان حاکم تھا۔ گورو صاحب کے والد کالو چند اسی کے ملازم تھے۔ رائے بلار کو گورو صاحب سے خاص محبت تھی اور ہمیشہ شفقت اور مہربانی سے پیش آتا تھا۔

خامشی ہی خامشی تھی چار سو چھائی ہوئی
پیکرِ بیتاب میں تھی روح گھبرائی ہوئی

چل رہی تھی گرم لُو اس دشتِ وحشتناک میں
خشک ہوتا تھا لہو اس دشتِ وحشتناک میں

بھر رہا تھا آہوے گرما ترارے دشت میں
ہو رہی تھی آگ کی بوچھاڑ سارے دشت میں

ایک سناٹا بلا انگیز و حسرتناک تھا
اُڑ رہی تھی دھول آنکھوں میں حجابِ خاک تھا

ہو رہا تھا گرم کرنوں سے جگر جل کر کباب
اس فضا میں تھا سوا نیزے پہ گویا آفتاب

الغرض اس دشتِ وحشتناک میں رائے بلار
جا رہا تھا دور جنگل میں کہیں بہرِ شکار

دیکھتا کیا ہے کہ تھوڑی دور کھیتوں سے پرے
سو رہے ہیں آپ سائے میں بڑے آرام سے

سر کی جانب سانپ اک بیٹھا ہوا آیا نظر
جس کا پھن سایہ فگن تھا فرقِ دُرِّ پاک پر

دیکھ کر یہ منظرِ ہول آفریں تھرا گیا
دفعتہً اس مردِ حق کا رعب اس پر چھا گیا

دیکھ کر یہ معجزہ یہ قدرتِ حق کا ظہور
دل میں کہتا تھا کہ نانک حق رسیدہ ہے ضرور

للہ اللہ دشمنِ جاں ہو مددگارِ حیات
یوں خدا ہو جس کا حافظ اس کو کیا خوفِ ممات

جس کی خاطر حق تعالیٰ کو بھی یوں منظور ہو
مردِ حق وہ سارے عالم میں نہ کیوں مشہور ہو

درخت کے سائے کا واقعہ

ایکدن پھر گاؤں سے باہر کہیں رائے بلار — جا رہا تھا دور جنگل میں کہیں بہرِ شکار
دوپہر تھی دھوپ کی شدت تھی لو کا زور تھا — ساتھ طوفانِ ہوا کے سیٹیوں کا شور تھا
بادِ صرصر ہر طرف بنکر بگولے دشت میں — ڈالتی پھرتی تھی وحشتناک جھولے دشت میں
بڑھ چلے تھے سائے بھی آرام دینے کے لئے — دشت کو تسکین کا پیغام دینے کیلئے
ہو چلے تھے رُخ بدل کر دشت کے سائے دراز — نغمہ زن تھا دشتِ ہیبتناک میں فطرت کا ساز
دیکھتا کیا ہے کہ بڑھتے سائے میں اک پیڑ کے — سو رہے ہیں نانکِ اعظم بڑے آرام سے
دشت کی آغوش ہے اور آپ محوِ خواب ہیں — چشمِ ظاہر بند ہے وا رحمتوں کے باب ہیں
دفعتہً چکرا گیا حیرت کے مارے اس کا سر — پیڑ کے سائے کو اک مرکز پہ قائم دیکھکر
اسکی نظریں یکبیک محسوس یہ کرنے لگیں — اپنے رخ سے پیڑ کا سایہ ابھی ہلتا نہیں
ایک ہی حالت پہ ہے سایہ ابھی اس پیڑ کا — جس طرف اللہ کا اک دوست ہے لیٹا ہوا
اسلئے ہٹتا نہیں ہے سایہ روئے پاک سے — تا نہ آجائے خلل آرام میں کچھ آپ کے

للہ اللہ آپ کا یہ پاس اور یہ احترام — سائے تک کو بھی جہاں ہلتا نہیں اذنِ خرام

للہ اللہ یہ بھیانک دشت یہ نانک کا خواب — چار آنکھیں جس سے کر سکتا نہیں خود آفتاب

آپ کو تجارت میں لگانیکی کوشش

پ رہتے تھے سدا خلوت گزیں لیل و نہار — رفتہ رفتہ زندگی کی چودھویں آئی بہار

پ کو ہر وقت دامنگیر تھا غم آپ کا — زندگی کے درد کی تفسیر تھا غم آپ کا

ب لڑکا وہ بھی دنیا سے اگر بیزار ہو — باپ کو پھر کیوں نہ اپنی زندگی دشوار ہو

ن کو کاروبار سے مانوس کرنے کیلئے — اُنکے اٹھنے کے لئے اُنکے ابھرنے کے لئے

شِشیں دن رات کرتا تھا مگر ناکام تھا — ٹھنڈی ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا مگر ناکام تھا

پ کو جب مائلِ فقر و فنا پاتا تھا وہ — اپنی ہر تدبیر سے مایوس ہو جاتا تھا وہ

ں نے اک دن کچھ زرِ نقد آپ کو دیکر کہا — اے مری نظروں کے نور اے میری آنکھوں کی ضیا

م بدور اب جواں ہو یہ لڑکپن چھوڑ دو — چھوڑ دو للہ یہ غفلت کے لچھن چھوڑ دو

کام سے دنیا کے کب تک جی چراؤ گے بھلا — وقت اپنا اس طرح کب تک گنواؤ گے بھلا
اے مرے نورِ نظر یہ بے نیازی تابکے — اے مرے لختِ جگر یہ حیلہ سازی تابکے
کچھ اگر کرتے نہیں ہو تو تجارت ہی کرو — دام یہ بہرِ تجارت لو تجارت ہی کرو
ڈھونڈ کر تم ایسی اشیاء مول لاؤ اے پسر — جس میں پوری منفعت ہو فائدہ ہو سر بسر

سچّا سودا

بسکہ واقف تجھے نہ گرم و سرد دنیا سے جناب — کر دیا بالے[1] کو بھی تیار کر کے ہمرکاب
جس گھڑی پہنچے یہ دونو چوہڑ کانہ کے قریب — سامنے دیکھا گورو صاحب نے اک منظر عجیب
محو ہے یادِ خدا میں اک فقیروں کا گروہ — مست ہے ذوقِ فنا میں اک فقیروں کا گروہ
سر سے پا تک سب برہنہ[2] ہیں مگر سب شاد ہیں — زندگانی کے مسلسل فکر سے آزاد ہیں

---

[1] بالا گورو صاحب کے والد کا ملازم تھا۔ اسکی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ گورو صاحب کے ساتھ گزرا ہے چنانچہ گورو صاحب کی وفات کے بعد آپ کی پہلی سوانح حیات اسی شخص نے لکھوائی جو بھائی بالا والی جنم ساکھی کے نام سے مشہور ہے۔ اکثر واقعات کی صحت کا دار و مدار اسی شخص کے بیان پر ہے۔

[2] ننگے

یکھ کر اُن کو گورو صاحب اُدھر مائل ہوئے — معرفت کے باب میں کچھ گفتگو کرنے لگے

بلو لیکن گواہی دے رہا تھا یہ ضمیر — بھوک کے مارے ہوئے معلوم ہوتے ہیں فقیر

دن باتوں ہی میں آخر ہو گیا یہ آشکار — تین دن سے گرسنہ ہے یہ گروہِ ذی وقار

میں درد سا اٹھا تڑپ کر مضطرب دل ہو گیا — جذبۂ ہمدردیٔ نوعِ بشر نے دی صدا

ر دیکھ اِن بھوک کے مارے ہوئے بندوں کا حال — اس سے بہتر کونسا سودا ہے اے روشن خیال

ے سودے کا اب اس وقت کو جانے نہ دے — جذبۂ ہمدردیٔ انساں پر آنچ آنے نہ دے

شنہ دل سے سنی جس دم یہ نانک نے صدا — ہو کے مضطر بھائی بالا کو بلایا اور کہا

ے مرے ہمدرد اے مرے رفیقِ محترم — اِن فقیروں کی طرف دیکھو ذرا بہرِ کرم

ہے گو بھوک کی ان کے سروں پر بے نیام — پھر بھی خوش ہیں شادماں ہیں جپتے ہیں حق کا نام

ں کو بھوکا چھوڑ کر آگے نہ جانا چاہیئے — جس طرح بھی ہو انہیں کھانا کھلانا چاہیئے

کچھ اِن کو اگر آرام پہنچائیں گے ہم — ایشور سے کل یہی آرام خود پائیں گے ہم

ں سے بہتر اور سودا ہو نہیں سکتا کوئی — اِس سے بڑھ کر کام اچھا ہو نہیں سکتا کوئی

کس قدر اچھا ہے یہ آؤ یہی سودا کریں — کس قدر سستا ہے یہ آؤ یہی سودا کریں
کہہ کے یہ سب کچھ فقیروں کے حوالے کر دیا — بے تأمل مال و زر جتنا بھی انکے پاس تھا
کر لیا بھوجن فقیروں نے منگا کر سب اناج — آپ کو دینے لگے مخلص دعاؤں کا خراج

واپسی

کر چکے جب صرف درویشوں پہ مال و زر تمام — ہاتھ خالی ہو کے موڑی گاؤں کی جانب لگام
جیب خالی کر کے نانک گھر کو لوٹ آنے لگے — وجد میں آ کر زمین و آسماں گانے لگے
چلتے چلتے آ گئے جس وقت پھر گاؤں کے پاس — آپ کے معصوم دل پر ہو گیا غالب ہراس
گاؤں کے نزدیک آ کر آپ باہر رک گئے — بھائی بالا باپ کے قدموں پہ جا کر جھک گئے

کالو چند کی خفگی

بھائی بالا سے سنا کالو نے جب سودے کا حال — گاؤں سے باہر نکل آیا بصد رنج و ملال

آپ کی جانب اِدھر تھا باپ قصبے سے رواں
آپ بیٹھے تھے اُدھر پیپلو کی شاخوں میں نہاں

وکہ تھے سرشار و سرخوش بادۂ وحدت سے آپ
پر چھپے بیٹھے ہوئے تھے باپ کی ہیبت سے آپ

پ آیا سینکڑوں فہمائشیں کرتا ہوا
گرم آہیں اور ٹھنڈی سسکیاں بھرتا ہوا

نج تھا بے انتہا غم تھا نہایت باپ کو
لے گیا فہمائشیں کرتا ہوا گھر آپ کو

اؤں کے لوگوں میں اِس قصے کا چرچا ہو گیا
گھر میں کالو چند کے گاؤں اکٹھا ہو گیا

ن کے یہ قصہ رئیسِ مقتدر رائے بلار
آگیا کالو کے گھر وہ عظمتوں کا رازدار

ے پوچھا آپ اتنے خشمگیں ہیں کس لئے
اتنے مغموم و پریشان و حزیں ہیں کس لئے

طا نانک سے کیوں یہ سختیاں کرتے ہیں آپ
کیوں ملوث ترش باتوں سے زباں کرتے ہیں آپ

د تو کہیے آج کیا نانک سے نقصاں ہو گیا
آپ کیوں برہم ہیں کیا کوئی خزانہ کھو گیا

ں کو سارا حال سودے کا بتایا باپ نے
جس قدر نقصاں ہوا سارا بتایا باپ نے

ستِ نانک سے واقف تھا مگر رائے بلار
دیکھتا تھا معجزے شام و سحر رائے بلار

ے کالو چند کی سختی پہ اظہارِ ملال
اس سے فرمایا عبث کرتے ہو نقصاں کا خیال

جسقدر نقصانِ زر تم کو ہوا ہو مجھ سے لو — لیکن اس معصوم بچے پر نہ تم سختی کرو

سنکے باتیں رائے صاحب کی یہ کالو نے کہا — آپ کیوں زحمت کریں جو کچھ ہوا اچھا ہوا

ایسا دو اک مرتبہ ہوتا تو کر سکتا علاج — روز یہ نقصان پہنچاتا ہے اس کا کیا علاج

میرے گھر کا مال و دولت میرا سیم و زر تمام — بانٹتا رہتا ہے لوگوں میں ہمیشہ صبح و شام

اِسکے سینے میں سخاوت کا نہایت جوش ہے — گھر لٹا جاتا ہے میرا اور یہ بے ہوش ہے

گرچہ کالو رات دن ان کو بُرا کہتا رہا — اُن کے جود[1] و بذل کا دریا سدا بہتا رہا

تحفۂ قدرت کسی سے کوئی لے سکتا نہیں
باپ فرمانِ خدا میں دخل دے سکتا نہیں

سُلطان پور کو ہجرت

آپ سے اب باپ کی ہر دم طبیعت تنگ تھی — دین سے دنیائے دوں کی ہر گھڑی اب جنگ تھی

[1] سخاوت

باپ کی خواہش تھی دنیادار ہو جائے پسر   اپنے ہر اک کام میں ہشیار ہو جائے پسر

تاکہ دنیا میں پسر کی زندگی آسان ہو   وہ نگاہِ خلق میں ذی رتبہ ہو ذیشان ہو

یہ ارادے باپ کے بے سود تھے بیکار تھے   آپ دنیا کی ہوا و حرص سے بیزار تھے

جم نہیں سکتا تھا مطلق آپ پہ دنیا کا رنگ   ہوتی رہتی تھی ہمیشہ جہل اور عرفاں میں جنگ

آپکا ہر بات میں جب باپ نے دیکھا یہ حال   بیٹھے بیٹھے اسکے دلمیں ایک دن گزرا خیال

کام نانک کے بعید از فہم ہیں میرے لئے   اسکو ہے بیگانگی دنیا کے کاروبار سے

بھیجدیں اس کو اگر ہم اسکے بہنوئی کے پاس   کام سے دنیا کے ہو جائے یہ شاید روشناس

یہ ارادہ باپ کے دل میں جو پختہ ہو گیا   مشورہ کر کے گورو صاحب کو رخصت کر دیا

آپ چلکر گاؤں سے کرتے ہوئے طے راہِ دور   پاس بی بی نانکی[1] کے آ گئے سلطانپور

آپکے بہنوئی جے رام اِسجگہ دیوان تھے   جو علاقے میں نہایت بارسوخ انسان تھے

آپ پہنچے تو نہایت خوش ہوئے دیوانجی   شادمانی اور مسرت سے ملے دیوانجی

۱؎ بی بی نانکی آپ کی بڑی بہن تھیں جن کی شادی سلطان پور میں دیوان جے رام کے ساتھ ہو چکی تھی۔

مودی خانے کا کام

آپ کو پا کر نہایت ذی سعادت ذی شعور
لے گئے نواب دولت خاں لودھی کے حضور

ہر طرح نواب نے کامل جو پایا آپ کو
اپنے مودی خانے کا نائب بنایا آپ کو

مالیہ جو جنس کی صورت میں آتا تھا یہاں
ہو گئے مختار اس کے نانک عالی نشاں

جمع کرتے تھے یہاں سب مختلف اجناس کو
بھیج دیتے تھے جہاں نواب کا فرمان ہو

ہو گئے مامور جب نانک یہاں اس کام پر
عرض کی بالا نے اے عالی گہر عالی نظر

مجھ کو رخصت دیجیے اب اپنے گھر جاتا ہوں میں
مہربانی کیجیے اب اپنے گھر جاتا ہوں میں

عرض سن کر آپ بالا کی یہ فرمانے لگے
تم اکیلے ہو کے رخصت اب کہاں جانے لگے

ہے مناسب تم ہمارے پاس ہی ٹھہرو ابھی
اس قدر کیوں گھر کے جانے کی ہے یہ جلدی پڑی

اور تھوڑے دن یہاں بسرام کرنا ہے ہمیں
بعد ازاں اپنے خدا کا کام کرنا ہے ہمیں

الغرض اس کام[1] پر مامور دونوں ہو گئے
ایشور کے حکم سے مجبور دونوں ہو گئے

---

[1] یہ کام مورخہ ۲ بیساکھ سمت ۱۵۴۱ بکرمی کو آپ کے سپرد کیا گیا۔

آپ سب اجناس کی تنظیم فرماتے رہے
مختلف اطراف میں تقسیم فرماتے رہے

جنس لیکن جسقدر جاتی تھی گھر نواب کے
اس سے دو سہ چند لیجاتے تھے محتاج آپ سے

جب کسی محتاج نے آکر کیا اپنا سوال
خندہ پیشانی سے پورا کردیا اس کا سوال

در پہ محتاجوں کا ایک انبوہ سا بہنے لگا
ایک دریائے سخاوت ہر طرف بہنے لگا

"تیرا تیرا"

ایک دن ایک آدمی بھیجا وہاں نواب نے
آپ کے گودام سے کچھ جنس لینے کے لئے

جنس کو لیکر ترازو تولنے بیٹھے حضور
معرفت کے خاص عقدے کھولنے بیٹھے حضور

تول کر خود دھارنوں کو ڈالتے جاتے تھے آپ
دلمیں وحدت کا سرورِ بیکراں[1] پاتے تھے آپ

دھارنوں کی الغرض تعداد کو گنتے ہوئے
آگئے تیرہ پہ جب دم ایک دو گنتے ہوئے

آگیا دل میں خیالِ مالکِ کون و مکاں
'تیرا' تیرہ کی بجائے ہوگیا وردِ زباں

دھارنیں بڑھتی گئیں اور لب پہ تیرا ہی رہا
جانے کتنی ڈالدیں اور لب پہ تیرا ہی رہا

لہ بے حد

مرحبا وحدانیت کی یہ فراوانی[1] کا حال — کام میں بھی آپ کو رہتا تھا مولا کا خیال

شادی

آپ کو جب مودی خانے میں کچھ عرصہ ہو گیا — آپ کے ماں باپ میں یہ مشورہ ہونے لگا

مل گیا نانک کو خوش بختی سے ایسا روزگار — جس سے لوگوں کے دلوں میں بڑھ گیا اس کا وقار

اور خوش بختی سے اس پہ چڑھ گیا دنیا کا رنگ — اسکی صحبت میں نہیں ہے اب کوئی مست و ملنگ

اور وہ اک دن میں دنیا دار ہو جائیگا وہ — اس طلسم[2] آباد کے چکر میں کھو جائیگا وہ

اسکی شادی کا بھی ہو جائے اگر اب انتظام — لے سکیگا پھر نہ وہ خلوت گزیں ہونیکا نام

دو ہی دن میں اسپہ دنیا اس طرح چھا جائیگی — نفرت دنیا کا آئیگا نہ اسکو خواب بھی

ذکر وہ ایک روز اس عنوان پر ہوتا رہا — تھے بہت رشتے مگر کوئی تسلی دہ نہ تھا

مل گئی آخر کو اک موزوں سے رشتے کی خبر — ضلع میں گورداسپور کے مولچند کھتری کے گھر

وہ گھرانہ بھی اسی گھر کی طرح تھا ذی وقار — ہر طرح تھا گاؤں میں ان کے خسر کا اعتبار

---

[1] زیادتی + [2] مراد دنیا

ہوگئی نسبت یہاں شادی کا دن طے پا گیا | جو عنایت سے خدا کی کچھ دنوں بعد آ گیا
آ گیا شادی کا دن بارات گھر سے چل پڑی | کھل گئی فرطِ خوشی سے باپ کے دل کی کلی
آ گئے تھے اس طرف گاؤں سے باہر مولچند | خیر مقدم کر کے ان کو لے گئے گھر مولچند
ہوگئی تقریب شادی کی ادا با کرّ و فر | تھا تبسّم ضو فشاں ہر سو در و دیوار پر

سری چند و لکھمی چند کی ولادت

پانچواں[1] ساون کا دن تھا اور سماں برسات کا | گھر میں جب نانک کے اک طفلِ حسیں پیدا ہوا
گود میں ماں کی وہ گویا اک درخشاں چاند تھا | چاند بھی وہ جسکے آگے مہرِ تاباں ماند تھا
خوش تھے چھوٹے بڑے سب ماں باپ کا دل شاد تھا | گھر کا گھر فرطِ مسرت سے طرب آباد تھا
تھوڑی مدت بعد لکھمی[2] چند بھی پیدا ہوئے | جنکی صورت دیکھ کر شمس و قمر شیدا ہوئے

---

[1] پانچ ساون سمت ۱۵۵۱ بکرمی کو سری چند کی پیدائش ہوئی۔ ان سے اداسیوں کا فرقہ چلا ہے۔ ان کی پیدائش گورو صاحب کی شادی سے چھ سال بعد ہوئی جبکہ گورو صاحب کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔

[2] سری چند کی ولادت سے اڑھائی سال بعد لکھمی چند کی ولادت ہوئی۔ اُن کی اولاد بیدی صاحبزادے کہلاتے ہیں۔

بھاگیرتھ کھتری کا ذکر

رفتہ رفتہ آپ کی شہرت بہت بڑھنے لگی
قصبہ و دیہات میں عظمت بہت بڑھنے لگی

موجزن تھا آپ کے دل میں مئے وحدت کا جوش
ہو رہے تھے لوگ سارے آپ کے حلقہ بگوش

ہو رہا تھا اب مریدوں میں اضافہ دن بدن
بڑھ رہا تھا ملک کے گوشوں میں چرچا دن بدن

ہو رہے تھے لوگ آ آ کر ہزاروں فیضیاب
اوج پر تھا آپ کی روحانیت کا آفتاب

آستاں پر آپ کے شام و سحر رہتے تھے لوگ
روز و شب مستِ مئے وحدت اثر رہتے تھے لوگ

ذکر بھاگیرتھ کا جو لوگوں میں بھی مشہور ہے
چند تاریخی کتابوں میں وہ یوں مذکور ہے

مَرد یہ دیوی کی پوجا میں بہت مشہور تھا
اس کا شہرہ ملک میں ہر سو قریب و دور تھا

پوجنے والے تھے دیوی کے بہت اسکے مرید
فلسفے کا اِسکے سب مداح تھا دورِ جدید

ایک دِن حاضر ہوا وہ آپ کے دیدار کو
باہمی گفت و شنید و بحث و استفسار کو

آپکے اپدیش کو سن کر وہ قائل ہو گیا
آپکے دھرم آپ کے دیں پر وہ مائل ہو گیا

وئیں ندی کا ذکر

پاس ہی سلطانپور کے ایک ندی تھی رواں
صبحدم گاؤں کے اکثر لوگ آتے تھے وہاں

اس جگہ اشنان کرنے کیلئے آتے تھے لوگ
یہ زمیں موزوں عبادت کیلئے پاتے تھے لوگ

ایکدن جب آپ بھی آئے یہاں وقتِ سحر
چھا رہی تھیں چارسو خاموشیاں وقتِ سحر

شکلِ انسانی ہیں ساحل پر درختوں کے قریب
رونما آکر ہوا کوئی باندازِ عجیب

آپکے پاس آگیا جو برق کی رفتار سے
آپ سے کہنے لگا آکر خلوص اور پیار سے

اے خدا کے لاڈلے نانک یہاں آیا ہوں میں
اک پیامِ نو تمہارے واسطے لایا ہوں میں

ہر طرف تاریکیاں ہیں چھاونی چھائے ہوئے
نور پر ظلمات کے پرچم ہیں لہرائے ہوئے

ٹھوکریں کھاتی ہے خلقت راستی کو چھوڑ کر
باہمی الفت محبت دوستی کو توڑ کر

اٹھ گیا بالکل خدا کا خوف دل سے اٹھ گیا
مالکِ ارض و سما کا خوف دل سے اٹھ گیا

راہ سے سب دور ہیں اور راہبر کوئی نہیں
کبر سے سب چور ہیں اور چارہ گر کوئی نہیں

لہ چھنڈے

پرتوِ شمعِ حقیقت کی ضرورت ہے یہاں
اک علمبردارِ الفت کی ضرورت ہے یہاں

اکال پرکھ کی بارگاہ میں

اس کی ہمراہی میں حق کی جستجو کرتے ہوئے
ہو گئے پنہاں گورو جی گفتگو کرتے ہوئے

تین دن تک اہلِ دنیا سے رہے اوجھل حضور
آئے پھر کر کے فروزاں[1] قلب میں قندیلِ نور

ذکر گم ہونے کا نانک کے جہاں کرتے ہیں لوگ
واقعہ یہ اس طرح سے بھی بیاں کرتے ہیں لوگ

آپ اک غوطہ لگا کر آب میں گم ہو گئے
منتظر ساحل رہا اور آپ تہ میں کھو گئے

سطحِ دریا سے تہِ دریا میں کیا پہنچے حضور
خالقِ ارض و سما کے پاس جا پہنچے حضور

جا کے اس دربار سے وہ درس[2] لینا تھا انہیں
خلق کو جس درس کا پیغام دینا تھا انہیں

---

[1] روشن

[2] گورو صاحب جب اکال پرکھ کی بارگاہ سے واپس آئے تو آپ کا پہلا پیغام خدا کی ذات کے متعلق یہ تھا ایک اونکار ست نام کرتا پرکھ۔ نربھو نرویر۔ اکال مورت اجونی سے بھنگ گور پرساد۔

گاؤں میں چہ میگوئیاں

گاؤں میں لیکن یہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں — آپ ندی پر گئے تھے لوٹ کر آئے نہیں
حاسدوں نے جا کے گاؤں میں اڑا دی یہ خبر — خودکشی کر لی ہے نانک نے ندی میں ڈوب کے
کہہ رہے تھے مودی خانے کو لٹا بیٹھے تھے آپ — جنس سب مستوں ملنگوں کو کھلا بیٹھے تھے آپ
خوف تھا دل میں کمی پوری یہ ہو سکتی نہیں — داغِ بدنامی کوئی تدبیر دھو سکتی نہیں
خود کو رسوائی سے عالم کی بچانے کے لئے — ہو گئے غرقاب عیب اپنا چھپانے کیلئے
الغرض گم گشتگی کی ہر طرف پھیلی خبر — کان میں نواب صاحب کے بھی جا پہنچی خبر
جب سنا نواب نے نانک کی غرقابی کا حال — ہو گئے ظاہر جبیں پہ اس کی آثارِ ملال

نواب دولت خاں کا جے رام جی کو طلب فرمانا

یہ خبر جے رام جی کو بھی سنانے کے لئے — ان کی جانب آدمی بھیجا بلانے کے لئے

آ گئے جے رام جی اور چھڑ گیا نانک کا ذکر
زندگی کے درد کا عنوان تھا نانک کا ذکر

جب سنا تو اسے نانک کی غرقابی کا حال
قلب پہ جے رام جی کے چھا گیا ابرِ ملال

سامنے نظروں کے تھا نانک کا انجامِ حیات
درد و غم سے ڈگمگاتا تھا ہر اِک گامِ حیات

ڈوب مرنے کے تخیّل سے لرز جاتے تھے وہ
اور تصوّر میں تہِ دریا انہیں پاتے تھے وہ

سوچتے تھے میں اسے گھر میں بیاں کیونکر کروں
اِسکی ہمشیرہ سے شرحِ داستاں کیونکر کروں

جب سُنے گی تو تڑپ کے رنج سے مر جائے گی
ساتھ اس کے وہ بھی دنیا سے سفر کر جائیگی

کِس طرح سمجھاؤں گا مرحوم کے ماں باپ کو
آہ میں ان کو سنبھالوں گا کہ اپنے آپ کو

جی سکیں گے کیا وہ سن کر ڈوب جانیکی خبر
انکی نظروں میں جہاں ہو جائیگا زیر و زبر

جے رام جی کا بی بی نانکی سے ذکر کرنا

الغرض جے رام جی آنسو بہاتے لوٹ آئے
آگ دل کی اپنے اشکوں سے بجھاتے لوٹ آئے

لوٹ آئے گھر بصد حسرت بصد رنج و ملال
آکے بی بی نانکی پر کر دیا ظاہر یہ حال

اِن کا ہر اک لفظ گویا درد کی تفسیر تھا ۔۔۔ انکا ہر اک حرف سینے کے لئے اک تیر تھا
پر نہ آیا سُن کے بی بی نانکی جی کو یقین ۔۔۔ آپ فرمانے لگیں ہرگز نہیں ایسا نہیں
حاسدوں نے مفت میں بدنام کرنے کیلئے ۔۔۔ اور ہم کو کشتۂ آلام کرنے کے لئے
گھڑ لیا ہے جھوٹا قصہ اور بپا کرتے ہیں شور ۔۔۔ یہ تو جانے کیا کریں انکا اگر چلتا ہو زور
خودکشی نانک کرے ہرگز یہ ہو سکتا نہیں ۔۔۔ بات بے بنیاد ہے مجکو یقیں اصلاً[1] نہیں
میرا بھائی ہے خدا کا لاڈلا آ جائے گا ۔۔۔ غم نہ کھانا چاہیئے آ جائے گا آ جائیگا

مُلازمت سے سبکدوش ہونا

واقعی تھا ٹھیک بی بی نانکی جی کا خیال ۔۔۔ مِل گئے پھر خیریت سے نانکِ فرخندہ فال[2]
تین دِن تک رہ کے پنہاں آ گئے واپس حضور ۔۔۔ دِل میں نشہ بادۂ عرفاں کا آنکھوں میں سرور
ایک جانب دورِ ساحل پر درختوں کے قریب ۔۔۔ مِل گئے محوِ خیالِ دوست مولا کے حبیب
ہو رہی تھی جمع اب خلقت لبِ ساحل تمام ۔۔۔ جان و دل سے آپ کی جانب ہوئے مائل تمام

[1] بالکل۔ [2] مُبارک فال والے۔

گاؤں میں سب لوگ اِس اعجاز سے حیران تھے — شانِ قدرت کے انوکھے راز سے حیران تھے

رفتہ رفتہ جب ملی نواب کو اس کی خبر — شاد ہو کر اس نے فوراً آدمی بھیجا اُدھر

آدمی بھیجا گوروجی کو بلانے کے لئے — اور بصد تاکید اپنے ساتھ لانے کے لئے

آگیا پیغام لے کر آدمی نواب کا — آ کے قدموں پر گوروجی کے ادب سے جُھک گیا

عرض کی نواب صاحب یاد کرتے ہیں حضور — منتظر ہے آپ کا سب قصبۂ سُلطانپور

سُن کے یہ پیغام قصبے کی طرف آئے جناب — منتظر تھا دیر سے دربار میں ان کا نواب

[ل] مودی خانے کا حساب آکر دیا نواب کو — دانے دانے کا حساب آکر دیا نواب کو

خرچ و آمد کی کتابیں کھل گئیں دربار میں — اور لگے ہونے اِشارے ہمدگر اغیار میں

اب بھی اس گودام میں جتنی ذخیرہ کم نہ تھا — بلکہ کچھ نواب کے ذِمّے نکلتا ہی رہا

ل جب مودی خانے کا حساب کیا گیا تو اُلٹا نواب کے ذِمّے سات سو ساٹھ روپے کی رقم نکلی۔ بابا صاحب نے کہا کہ میرا یہ روپیہ غریبوں کے لئے وقف ہے جس کو چاہیں دے دیں۔ اس پر یہ بھی روایت ہے کہ آپ کا خسر مُولچند اِس بات کو سن کر نہایت رنجیدہ خاطر ہوا اور کہنے لگا کہ گھر میں تو فاقہ مستیاں رہتی ہیں اور باہر خیرات کیا معنی اور نواب صاحب سے ملتجی ہوا کہ یہ روپیہ گورو صاحب کی اولاد کے لئے اُن کے گھر پہنچا دیا جائے چنانچہ نِصف رقم ان کے گھر پہنچا دی گئی اور نِصف غریبوں میں تقسیم کر دی گئی۔

بسکہ یاں اب مالِ دُنیا کی ضرورت کچھ نہ تھی
مال ہو دولت ہو یا غلّہ ہو حاجت کچھ نہ تھی

جسقدر نواب کے ذمّے نِکلتا تھا حِساب
کہہ دیا سب بانٹ دو دیہات میں بہرِ ثواب

دے دیا سب گاؤں میں تقسیم کرنے کیلئے
مفلسوں کا دامنِ اُمید بھرنے کے لئے

تلقینِ حق کا آغاز

ہاتھ اُٹھا کر آپ اب دُنیا کے کاروبار سے
منہمک[1] رہنے لگے اپدیش میں کرتار کے

ڈیرہ ڈالا آپنے گاؤں کے قبرستان میں
محو رہتے تھے ہمیشہ ایشور کے دِھیان میں

آپ کے پرچار کا آغاز اب ہونے لگا
زمزمہ پرداز حق کا ساز اب ہونے لگا

ایشور کا خلق کو پیغام پہنچانے لگے
اہلِ عالم کو ھدایت کی طرف لانے لگے

آپ کی نظروں میں ہندو اور مسلماں ایک تھے
عالمِ فانی کے سب ذی روح اِنساں ایک تھے

دیکھتے تھے آپ سب کو ایک ہی انداز سے
سب کو واقف کر رہے تھے آپ حق کے راز سے

---

[1] مشغول

نماز کے متعلق گفتگو

قاضیانِ شہر نے آپس میں کر کے مشورہ
ایک دن نواب دولت خان لودھی سے کہا

ہے گورو نانک کو دعویٰ حق پرستی کا اگر
ہندو مسلم پہ یکساں ہے اگر اُن کی نظر

اُن سے یہ کہیے کہ مسجد میں پڑھیں آکر نماز
اور بجالائیں ہمارے ساتھ آدابِ نیاز

آپ سے جب ذکر یہ نواب صاحب نے کیا
آپ نے نواب صاحب سے جوابًا یہ کہا

کچھ عبادت سے ہمیں انکار ہو سکتا نہیں
اُسکی طاعت سے ہمیں انکار ہو سکتا نہیں

ایشور کی بندگی ہو اور عبادت ہو جہاں
ایشور کی یاد ہو ذکر اور طاعت ہو جہاں

اس جگہ جانے سے ہم انکار کر سکتے نہیں
خود سے روحِ صدق کو بیزار کر سکتے نہیں

نماز کے لیے مسجد میں آنا

گفتگو ہوتی رہی اور آگیا وقتِ نماز
لگ گیا مسجد میں دربارِ خدائے بے نیاز

لوگ مسجد کی طرف مائل ہوئے سُنکر اذان — آگئے نواب بھی لے کر گوروجی کو وہاں

مقتدی[1] پیچھے صفوں میں اور تھا آگے امام — ابتدا کرنے لگا اللہ اکبر سے امام

ایستادہ ہو گئے سب لوگ نیت باندھ کر — نور یزدانی سے روشن ہو گئے دیوار و در

ہو گئے جسوقت فارغ لوگ سب پڑھ کر نماز — آپ کو پایا الگ بیٹھے ہوئے محوِ نیاز

آپ کو نواب نے پا کر جماعت سے الگ — خانۂ مولا میں مولا کی عبادت سے الگ

آپ سے پوچھا کہ اسمیں کونسا مضمر ہے راز — محترز[2] آخر رہے کیوں آپ پڑھنے سے نماز

آپ خوش ہو کر جو آئے تھے عبادت کیلئے — ایشور کی بندگی ذکر اور طاعت کے لئے

اب یہاں آکر بھلا کیا چیز مانع ہو گئی — یہ بتاؤ یہ خدا کی بندگی تھی یا نہ تھی

محترز اس سے رہے کیوں آپ سمجھا دیجئے — کیوں الگ بیٹھے رہے تشریح فرما دیجئے

نواب صاحب کی نماز

گفتگو نواب کی سُن کر گوروجی نے کہا — سچ بتا دوں کیوں جماعت میں نہیں شامل ہوا

---

[1] امام کے پیچھے کھڑے ہونے والے۔ [2] پرہیز کرنے والے۔

کس کے پیچھے اور کس کے ساتھ میں پڑھتا نماز — باجماعت ہو نہیں سکتا تھا اظہارِ نیاز

ایشور کی بندگی میں محویت جب تک نہ ہو — قلب میں خوف و خیالِ آخرت جب تک نہ ہو

وہ فقط مکر و ریا ہے اسمیں کچھ لذّت نہیں — درحقیقت ایسی طاعت داخلِ طاعت نہیں

جان کر اک فرض پڑھ لی آپنے بیشک نماز — لیکن اسمیں تھی نہ کوئی لذّتِ سوز و گداز

آپ تھے گھر میں خدا کے آپکا دل تھا کہیں — آپکی نظروں میں تھی اسوقت کابل کی زمیں

آپ کا دل محو گھوڑوں کی خریداری میں تھا — حرص کے نشے میں دنیا کی طلبگاری میں تھا

قاضی صاحب کو بھی اطمینانِ دل حاصل نہ تھا — انکا دل خالص عبادت کی طرف مائل نہ تھا

تھا مگر گھوڑی کے بچے کیطرف انکا خیال — انکو دل میں اک یہی رہ رہ کے آتا تھا خیال

میں کسی کھونٹے سے اسکو باندھ کر آیا نہیں — چلنے کی جلدی میں اتنا وقت ہی پایا نہیں

گر نہ جائے چاہ میں وہ شوخیاں کرتا ہوا — ہو کے خوش میداں کی جانب چوکڑی بھرتا ہوا

آپ لوگوں کی عبادت کا اگر یہ حال ہے — پھر عبادت باعثِ رحمت نہیں جنجال ہے

جان کر اک فرض و مجبوری ادا کر لی نماز — یہ خدا کے ساتھ کوئی کھیل تھا یا تھی نماز

بندگی اس کی تو اطمینانِ دل کا نام ہے — یاد اسکی اصل میں عرفانِ دل کا نام ہے

عینِ طاعت ہے سکونِ قلب حاصل ہے اگر — یاد میں اسکی ہمیشہ مطمئن دل ہے اگر

لذتِ عشقِ الٰہی پر گذر ہوتی رہے — روز و شب دردِ محبت میں بسر ہوتی رہے

پیشِ خالق سرخرو ہونیکی خواہش ہے اگر — یہ نمازیں پانچ ہیں[۱] پڑھیئے انہیں شام و سحر

راستی ہے اوّلیں اور دوسری کسبِ حلال — تیسری نامِ خدائے پاک پر خیراتِ مال

چوتھی نیّت کی صفائی پانچویں حمدِ خدا — ان کا جو پابند ہے الحق وہی ہے باصفا

انکی پابندی سے دُنیا اور دیں ہیں کامیاب — اِن کے جو پابند ہیں انکو نہیں خوفِ عذاب

کاربند ان پر رہو عینِ مسلمانی ہے یہ — دل نہ دُنیا سے لگانا چاہیئے فانی ہے یہ

یہ نمازیں ہیں انہیں پڑھتے رہو پھل پاؤ گے — جادۂ حق کی طرف بڑھتے رہو پھل پاؤ گے

---

۱ گورو صاحب نے اس موقعہ پر جو شبد نواب صاحب کے گوش گذار کیا وہ درج ذیل ہے۔

پنج نمازاں وقت پنج پنجاں پنجے ناؤں — پہلا سچ حلال دوئے تیجا خیر خدا

چوتھی نیت راس کر پنجویں صفت ثنا — کرنی کلمہ آکھ کے تاں مسلمان سدا

نانک جیتے کوڑیا کوڑے کوڑی پائے

عزمِ سیاحت

رفتہ رفتہ نانکِ اعظم کا جب شہرہ بڑھا ... رفتہ رفتہ جب یہ حق کے فیض کا دریا چڑھا
دھوم پھیلی چار سو جب آپ کے فیضان کی ... پہنچی خبریں کو بہ کو جب آپ کے فیضان کی
ازدھامِ عام اک رہنے لگا نانک کے پاس ... اور ہجومِ تام اک رہنے لگا نانک کے پاس
واسطے دیدار کے شام و سحر آتے تھے لوگ ... رات دن اس آستانے پر نظر آتے تھے لوگ
سینکڑوں آتے تھے لے کر خدمتوں کی آرزو ... سینکڑوں لاتے تھے اپنے دل میں شوقِ گفتگو
وقت کچھ بچتا نہ تھا یادِ الٰہی کے لئے ... دل میں غم رہنے لگا یادِ الٰہی کے لئے
آخرش اک دن کیا عزمِ سیاحت آپ نے ... ترک فرما کر ہر اک آرام و راحت آپ نے

توڑ کر رشتے خدا کے کام کی خاطر چلے
چھوڑ کر سب کچھ رفاہِ عام کی خاطر چلے

۱؎ مکمل ۔ ۲؎ دہلیز

(۲)

باب دوم

گورو نانک کا پہلا سفر

اہلِ خانہ سے رخصت ہونا

ہو کے رخصت آپ گھر والوں سے جب جانے لگے
اقربا سب آپ کی فرقت کا غم کھانے لگے

سینۂ ہمشیر میں اِک درد پیدا ہو گیا
سُرخ آنکھیں ہو گئیں اور زرد چہرہ ہو گیا

اِک طرف بچوں کو سُونا سا نظر آتا تھا گھر
اِک طرف بیوی کے دل پر تیر برساتا تھا ڈر

اس نے بچوں کو اٹھا کر آپ سے چمٹا دیا
چاند سے بیٹوں کو لا کر باپ سے چمٹا دیا

ساتھ ہی خود بے تحاشا پھوٹ کر رونے لگی
ابرِ غم چھائے تو بارش ٹوٹ کر ہونے لگی

روکنے کا آپ کو اِک آخری حربہ تھا یہ
آخری حربہ تھا اور سب سے قوی حربہ تھا یہ

الفتِ اولاد میں ہوتا ہے جادو کا اثر
زلزلے میں جس سے آجاتے ہیں خود قلب و جگر

دلمیں جب ماں باپ کے انگڑائیاں لیتی ہے یہ
دولتِ دہر و جہاں ٹھکرا کے رکھدیتی ہے یہ

یہ کڑی وہ ہے کہ جس کا جھیلنا آساں نہیں
یہ وہ بازی ہے کہ جس کا کھیلنا آساں نہیں

آپنے لیکن کہا ہم کو نہ روکو اس طرح
راہِ حق میں جانیوالوں کو نہ ٹوکو اس طرح

بیٹھنے سے فرض کی تکمیل ہو سکتی نہیں
ایشور کے حکم کی تعمیل ہو سکتی نہیں

ایشور کی راہ میں جاتے ہیں جانے دو ہمیں
مختلف قوموں کو اک مرکز پہ لانے دو ہمیں

آنکھیں بیوی اور ہمشیرہ کی خونبار تھیں
آپ رک سکتے نہ تھے سب کوششیں بیکار تھیں

آہ نکلی ایک بیوی کے دلِ بے تاب سے
آنسوؤں کی بارشیں تھیں دیدۂ پرآب سے

منتشر شانوں پہ گیسو اور باہیں زرد زرد
خشک رخساروں پہ آنسو اور آہیں سرد سرد

سب کو بیتاب اور گریاں چھوڑ کر رخصت ہوئے
حق کی خاطر سب سے رشتہ توڑ کر رخصت ہوئے

سُلطان پور سے روانگی

آپ تھے اور آپ کے ہمراہ مردانہ بھی تھا — حُسن کی قندیل تھی اور ساتھ پروانہ بھی تھا

سامنے اپنے نظر آتی تھی اک راہِ دراز — چھیڑنا تھا جس جگہ جا کر انہیں وحدت کا ساز

واسطے مخلوق کے پیغامِ حق لے کر چلے — بہرِ عالم زندگانی کا سبق لے کر چلے

ایشور کا آپ جب اُپدیش فرماتے کہیں — خلق کو رازِ حقیقت آ کے سمجھاتے کہیں

مست کر دیتا تھا مردانہ سُریلے راگ سے — ساری محفل گرم کر دیتا تھا میٹھے راگ سے

چھیڑ کر نغمے سُریلے راگ جب گاتا تھا وہ — ذاتِ احدیّت کے اندر سب کو گُم پاتا تھا وہ

وجد میں لاتا تھا وہ سب کو سُریلے ساز سے — مست کر دیتا تھا وہ کیفیّتِ آواز سے

مختلف دیہات میں اپدیش فرماتے ہوئے — ایشور کا خلق کو پیغام پہنچاتے ہوئے

چلتے چلتے الغرض لاہور میں آئے حضور — اور صد ہا برکتیں لاہور میں لائے حضور

اس جگہ گھر میں جواہر مل کے فرمایا قیام — ملتے رہتے آپ درویشوں سے اکثر صبح و شام

خوب رہتی تھی نکاتِ معرفت کی گفتگو / بادۂ عرفاں کے ہر لحظہ چھلکتے تھے سبو

آپ اکثر جن بزرگوں سے یہاں ملتے رہے / ان بزرگوں میں یہاں کے اک سید احمد[1] بھی تھے

اک بڑی مدت سے جو گوشہ نشیں تھے اس جگہ / گوشۂ عزلت میں جو عزلت گزیں تھے اس جگہ

آپ سے مل کر گرو صاحب نہایت خوش ہوئے / اور حضرت بھی گرو جی سے بغایت خوش ہوئے

آپ نے لاہور بستی میں جہاں رکھا قیام / جس جگہ مخلوق کو دیتے رہے حق کا پیام

اس جگہ پر اک عمارت آپکی ہے یادگار / جو خدا کی مہربانی سے ہے ابتک استوار

لاہور میں دُنی چند کو اُپدیش

کھتری ذات ایک دُنی چند تھا لاہور میں / جو بہت مشہور دولت مند تھا لاہور میں

آپکی خدمت میں اکثر رات دن آتا تھا وہ / آپکی صحبت سے فیضِ بیکراں پاتا تھا وہ

ایک سوئی ایک دن اسکو عطا کی آپ نے / ساتھ ہی یہ بات بھی اسکو جتا دی آپ نے

یہ امانت ہے امانت جانکر رکھنا اسے / احتیاطِ خاص سے پیشِ نظر رکھنا اسے

---

[1] یہ سکندر لودھی کے مُرشد تھے اور متقی کے نام سے مشہور تھے۔

یہ امانت دوسرے عالم میں دے دینا ہمیں / عالمِ ارواح کے عالم میں دے دینا ہمیں

آپ کی باتوں سے دُنی چند حیراں ہو گیا / عرض کی اس نے گورو جی آپ فرماتے ہیں کیا

چھوڑ کر ہر چیز جب آفاق[۱؎] سے جاؤنگا میں / آپ کی سوئی یہ کیونکر ساتھ لیجاؤنگا میں

یہ امانت کس طرح لیجاؤں کا سوئے عدم / جب مجھے خود ہی بہا لیجائے گی جوئے عدم

آپ نے ہنس کر یہ فرمایا بجا کہتے ہیں آپ / ہاں مگر کس شان و شوکت سے یہاں رہتے ہیں آپ

سوئی تک جب ساتھ اس دنیا سے جا سکتی نہیں / دولتِ دنیا سے پھر اُلفت ذرا اچھی نہیں

آپ کے یہ ساز و ساماں اور یہ قصرِ بلند / اُلفتِ دنیا کے ہیں سب حلقۂ دامِ کمند

یاد رکھیے آپ کے کچھ کام آ سکتے نہیں / سب یہیں رہ جائیں گے یہ ساتھ جا سکتے نہیں

چھوڑیئے دنیا کو اور دنیا کی اُلفت چھوڑیئے / توڑیئے یہ حلقۂ دامِ محبت توڑیئے

جب سُنا یہ وعظ دُنی چند حیراں ہو گیا / اپنی دُنیاوی محبت پر پشیماں ہو گیا

اُس نے مُحتاجوں میں فوراً بانٹ دی دولت تمام / دولتِ دنیا سے اُسنے توڑ دی اُلفت تمام

یعنی دُنیا بیچ کر عقبےٰ کا سودا کر لیا / بدلے اس دنیا کے اُس دُنیا کا سودا کر لیا

۱؎ دنیا

ایمن آباد میں آمد۔ بھائی لالو کے پاس قیام

چند دن تک آپ نے لاہور میں رکھا قیام
شہر والوں کو دیا حق و صداقت کا پیام

دوسرے شہروں میں پہنچانے کو پھر حق کی صدا
اِس جگہ سے کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا

چلتے چلتے ایمن آبادلہ آ کے فرمایا قیام
اہلِ قصبہ کو سُنانے کے لئے حق کا پیام

اس جگہ قصبے میں لالو نام اک نجار تھا
جو نہایت ہی غریب اور مفلس و نادار تھا

بھگت پکا اور شردھالو تھا نانک کا مگر
محو رہتا تھا خدا کی یاد میں شام و سحر

آپ کی خدمت میں استقبال کو حاضر ہوا
مقدمِ سالارِ فرخ فال کو حاضر ہوا

اپنے گھر تک آپ کو لایا بصد عجز و نیاز
خانۂ ویراں میں ٹھہرایا بصد عجز و نیاز

عرض کی اے بادشاہِ فقر اے عالی نظر
آپ کے آنے سے رونق ہے در و دیوار پر

آپ کا دیدار پا کر آ گئی دل میں بہار
آپ کے قدموں سے میرا بڑھ گیا عز و وقار

مفلسی میری مرے ایمان کی بنیاد ہے
دیکھیئے میرا تہی دستی میں بھی دلِ شاد ہے

لہ گورو صاحب کے زمانے میں اس قصبے کا نام سید پور تھا۔

الغرض گھر میں اسی کے آپنے رکھا قیام
تھی عقیدت اسکی بیشک لائقِ صد احترام

لوگ پاکر آپ کے تشریف لانے کی خبر
پے بپے پروانہ وار آنے لگے شام و سحر

لوگ آتے تھے ہزاروں فیض پانے کے لئے
فیض سے بگڑی ہوئی قسمت بنانے کے لئے

ملک بھاگو کا برہم بھوج

یوں تو خوشحال ان دنوں ہر ایک ہندو تھا یہاں
انمیں سرکردہ مگر دیوان بھاگو تھا یہاں

سخت ظالم اور جابر کھتری گھر سے تھا
اک مجسم ظلم گویا پاؤں تک سر سے تھا

اسکے ظلم و جور کی ہر لب پہ تھی اک داستاں
لوگ آ آکر گورو صاحب سے کرتے تھے بیاں

اتفاقاً جب یہاں تشریف فرما تھے حضور
رونقِ خانہ تھے گھر میں بھائی لالو کے حضور

دیکے برہم بھوج سارے گاؤں کو دیوان نے
شانِ زر دکھلائی اس فرعون خو انسان نے

سب فقیروں اور درویشوں کو بلوایا گیا
سب کو دعوت کے لئے پیغام پہنچایا گیا

اس کی دعوت میں تھے شامل اہلِ قصبہ بھی تمام
آپکی جانب بھی بھیجا اسنے دعوت کا پیام

آپنے لیکن نہ اس دعوت کو فرمایا قبول
واقعی ظالم کے گھر دعوت پہ جانا تھا فضول

کہکے بھیجا ہم کسی ظالم کے گھر جاتے نہیں
کھانا ناجائز کمائی کا کبھی کھاتے نہیں

دولتِ دنیا کے نشے میں جو انساں چور ہو
جسکی منزل منزلِ خوفِ خدا سے دور ہو

ایسے ظالم شخص کے گھر ہم نہ جائیں گے کبھی
ایسے ظالم شخص کا کھانا نہ کھائیں گے کبھی

دیوان بھاگو کا غصہ اور طعنہ زنی

اس طرح دیوان بھاگو آپ کا پا کر جواب
اِنتہائے قہر سے کھانے لگا سو پیچ و تاب

آپ کا اِنکار سُنکر اُس پہ غصہ چھا گیا
اُسکے دل پر انتقامی غیظ غالب آگیا

آپ کو اِنکار کا مجرم بنانے کے لئے
آدمی بھیجا کچہری میں بلانے کے لئے

آدمی کے ساتھ ہی تشریف لے آئے حضور
توڑنے کے واسطے دیوان بھاگو کا غرور

آپکو آتے ہوئے دیوان بھاگو دیکھکر
ڈال کر غصے کی نظریں قہر کی کر کے نظر

بولا اے نانک یہ اچھے کھتری ہیں آپ بھی
کھاتے ہیں روٹیاں اک مفلس و نادار کی

مفلس و نادار کی تو روٹیاں کھاتے ہیں آپ
پر یہاں آنیسے شرماتے ہیں کتراتے ہیں آپ

آپ رہتے ہیں بہت مسرور اک شودر کے گھر
اور بُلائے ایک اونچی ذات کا ہندو اگر

اسکے ہاں آنیسے گھبراتے ہو یہ کیا بات ہے
کھانا میرے ہاں نہیں کھاتے ہو یہ کیا بات ہے

جسکے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں آپ اک شودر ہے وہ
مفلس و نادار سارے گاؤں کا چاکر ہے وہ

گورو صاحب کا جواب

جب سُنی دیوان سے یہ نا ملائم گفتگو
آپنے بھی کر کے ظالم سے نگاہیں دو بدو

نرم لہجے میں یہ فرمایا کہ اے دیوان دیکھ!
مت تکبر کر کہ شودر بھی ہے اک انسان دیکھ!

اور یہ شودر تو خدا کا لاڈلا انسان ہے
برہمن بھی مرتبے سے جس کے خود حیران ہے

کھا رہا ہے اپنی محنت کی کمائی یہ غریب
کر کے محنت لا رہا ہے پائی پائی یہ غریب

آج یہ تیری طرح ہر چند آسودہ نہیں
اس کا دامن خونِ ناحق سے پر آلودہ نہیں

خوں کمائی ظلم کی ہے شیر ہے اکلِ حلال
اور ہے عبرتناک ظالم کی کمائی کا مآل

یہ ترا بھوجن یہ ناجائز کمائی الاماں
الاماں اس ظلم و طغیاں سے ہائی الاماں

یہ ترا بھوجن نہیں یہ بیکسوں کا خون ہے
خون ہے اور یہ یتیموں بےبسوں کا خون ہے

آپکی اس گفتگو کو جب سُنا دیوان نے
آپ سے فخر و تکبر سے کہا دیوان نے

جی! کہاں شودر کی جو اور باجرے کی روٹیاں
اور برہمن بھوج یہ دیوان بھاگو کا کہاں

کہہ تو دی ہے آپنے یہ دودھ او خوں کی مثال
بات آساں ہے مگر کرکے دکھانا ہے محال

اسکو ثابت کرکے دکھلانا پڑیگا آپ کو
ورنہ کہکر بات پچھتانا پڑے گا آپ کو

اپنے ان اقوال کی تشریح فرما دیجیئے
میرا بھوجن خون ہے تو خون دِکھلا دیجیئے

حلال و حرام کی کمائی دودھ اور خون کی مثال

ایک روٹی گھر سے لالو کے منگالی آپنے
اور کچھ خوراک بھاگو سے منگالی آپنے

خشک روٹی لیکے لالو کی الگ اک ہاتھ میں
پوریاں دیوان بھاگو کی الگ اک ہاتھ میں

دفعتاً دونوں کو مٹھی میں دبایا آپنے
معجزہ اپنا یہ خلقت کو دِکھایا آپنے

یعنی سب کے سامنے سب کی نظر کے رُوبرُو | جس طرف تھیں پوریاں اس ہاتھ سے ٹپکا لہو
خشک روٹی تھی جدھر ٹپکے اُدھر قطراتِ شیر | منفعل تھا دیکھ کر منظر یہ بھاگو کا ضمیر
اُس گھڑی محفل میں حاضر جسقدر انسان تھے | یہ کرامت دیکھکر ششدر رہے تھے اور حیران تھے
توبہ کی دیوان بھاگو نے معافی مانگ کر | ہو گیا فوراً ندامت سے عرق میں تربتر
کبر اور نخوت کو چھوڑا عاجزی کی اختیار | ظلم چھوڑا کی غریبوں کی بھلائی اختیار

مردانے کا تلونڈی جانا

ایمن آباد آپ نے کچھ روز فرمایا قیام | بھائی لالو آپ کی کرتا تھا خدمت صبح و شام
آپ سے اک روز مردانے نے کی یہ التجا | اے خدا کے لاڈلے درویش مردِ باصفا
چند دن کے واسطے گر آپ رخصت دیں مجھے | اپنے گھر والوں سے مل آؤں اجازت دیں مجھے
چند دن کے بعد تلونڈی سے لوٹ آؤنگا میں | چند دن کے بعد یہ فیضان پھر پاؤنگا میں
الغرض تھوڑی سی رخصت لے کے مردانہ گیا | شمعِ حسنِ پُرضیا سے دور پروانہ گیا

گاؤں جب پہنچا تو دیکھا آپ کے ماں باپ کو — کر رہے تھے یاد سارے گاؤں والے آپ کو

چند دن رہکر وہ تلونڈی سے لوٹا بے قرار — وقتِ رخصت اس کو فرمانے لگا رائے بلار

جا رہے ہو تو سلامِ شوق لے جانا مرا — نانکِ اعظم کو یہ پیغام پہنچانا مرا

ہو چکا ہوں اب ضعیف و ناتواں مجبور ہوں — چور ہوں ضعف و نقاہت سے سراسر چور ہوں

منتظر ہوں آپ کا دیدار پانے کے لئے — مضطرب ہوں دولتِ بیدار پانے کے لئے

میری خاطر اس طرف آ جائیگا ایک دن — اور یہ تکلیفِ سفر فرمائیے گا ایک دن

امین آباد سے رخصت
ایک پیش گوئی

لے گیا پیغام مردانہ گورو صاحب کے پاس — ہو گئے تیار سُنکر نانکِ وحدت شناس

وقتِ رخصت پیشگوئی اس جگہ کی آپ نے — آنے والی اک تباہی کی خبر دی آپ نے

آپ نے ہو کر مخاطب بھائی لالو سے کہا
اب بہت نزدیک ہے انجام انکے ظلم کا

وقت اب آنے ہی والا ہے کہ یہ ظالم تمام
خود بھی ڈھونڈیں گے اماں کیواسطے کوئی مقام

سر چھپانے کو نہ کچھ جائے اماں پائینگے یہ
ایک دم میں نیست و نابود ہو جائیں گے یہ

ظلم کا پیسہ کسی کو راس آسکتا نہیں
ظلم کے پیسے سے کوئی فیض پا سکتا نہیں

انکی دولت چھین کر لیجائیگا انسے کوئی
لوٹکر سب مال و زر لیجائیگا ان سے کوئی

ایک پاپی کے لئے جس طرح کشتی آب میں
غرق ہو جاتی ہے پھنسکر حلقۂ گرداب میں

رنج پائیگا یہ قصبہ ایک ظالم کے سبب
دکھ اُٹھائیگا یہ قصبہ ایک ظالم کے سبب

اب اماں کی کوئی بھی صورت نظر آتی نہیں
دور ہوتی سر سے یہ آفت نظر آتی نہیں

بندگان زر پہ اب قہر الٰہی ہے قریب
اس گنہ آباد قصبے کی تباہی ہے قریب

آپ سچ کہتے تھے یہ پیشین گوئی آپ کی
آپکے جانیکے کچھ دن بعد پوری ہوگئی

یعنی بابر[له] شیر کی مانند کابل سے اٹھا
بنکے ابرِ قہر سب ہندوستاں پر چھا گیا

راہ میں ویران سب آبادیاں کرتا ہوا
شہر تک دہلی کے پہنچا اور قابض ہوگیا

له سمت ۱۵۷۸ بکرمی کو امن آباد بابر کے ہاتھوں غارت ہوا۔

اس کشاکش میں ہوا برباد یہ قصبہ تمام
قصبہ سارا مٹ مٹا کر رہ گیا قصبے کا نام

واقعی سچ ہے کہ جب حد سے ہی بڑھ جاتا ہے ظلم
ہٹ کے مظلوموں سے ظالم کی طرف آتا ہے ظلم

سیالکوٹ میں ورود

پیشگوئی کر کے رخصت ہو گئے یاں سے حضور
پہلے تلونڈی سے لیکن سیالکوٹ آئے حضور

آپ نے اس شہر میں آتے ہی لوگوں سے سُنا
ایک حمزہ غوث ہے چلّے میں یاں بیٹھا ہوا

اسکی نیّت ہے کہ سارے شہر کو غارت کرے
شہر والوں پر مسلّط خوف اور ہیبت کرے

آپ نے سائے میں اِک بیری کے فرمایا قیام
دو گھڑی کے بعد حمزہ غوث کو بھیجا سلام

نام حمزہ غوث نے جسوقت نانک کا سُنا
اپنے چلّے کی جگہ سے اُٹھ کے فوراً آ گیا

آپ نے پوچھا کہ ہے اس ناخوشی کا کیا سبب
شہر بیچارے سے اِتنی دشمنی کا کیا سبب

سُن کے اِستفسار حمزہ غوث یہ کہنے لگا
حال غارت ہی کے لائق ہے حضور اس شہر کا

راستی اس شہر کے حِصّے میں آئی ہی نہیں
حق پرستی یاں کے باشندوں کو بھائی ہی نہیں

ہر طرف اک پرچمِ ظلمت ہے لہرایا ہوا
ہے گناہوں کا اندھیرا چار سو چھایا ہوا

اِنکے دل خوفِ الٰہی سے لرزتے ہی نہیں
اہلِ عالم کی تباہی سے لرزتے ہی نہیں

شہر میں ہے جھوٹ مکاری ریاکاری کا زور
ہر طرف ہے ایک چالاکی و ہشیاری کا زور

دھوکا دینے سے فقیرونکو بھی باز آتے نہیں
جھوٹ پر اپنے کبھی بھولے سے شرماتے نہیں

حال ہی کا ذکر ہے اک شخص آیا تھا یہاں
گریہ و زاری کا نذرانہ جو لایا تھا یہاں

واسطے اولاد کے آیا تھا بے اولاد تھا
حسرتِ اولاد سے مغموم تھا ناشاد تھا

گریہ و زاری کی حالت میں یہ کہتا تھا مجھے
گر دعا سے آپ کی مجھ کو خدا اولاد دے

پہلا بچہ آپکی خدمت میں لے آؤنگا میں
اپنا لختِ دل بطورِ نذر دیجاؤنگا میں

اب خدا نے مہربانی کی جو اسکے حال پر
بھر دیا ہے دولتِ اولاد سے جب اُس کا گھر

ہو کے رو گرداں وہ اب عہدِ وفا کرتا نہیں
عزم بھی وعدہ وفائی کا ذرا کرتا نہیں

الغرض اس شہر کے جھوٹے ہیں باشندے تمام
جھوٹ ہے انکے عقیدوں میں حلال اور سچ حرام

ہنس کے نانک نے یہ فرمایا نہیں ایسا نہیں
اک اگر جھوٹا ہے سارا شہر تو جھوٹا نہیں

شہر میں آباد ہیں اللہ کے بندے بھی ضرور — کس لئے مایوس و نا امید ہوتے ہیں حضور
سن کے حمزہ غوث یوں بولا نہیں کوئی نہیں — حق پرست اس شہر میں ہرگز کہیں کوئی نہیں
اب یہاں حق گو تو نا ممکن ہے ملنا آپ کو — ہو رہا ہے ظاہری صورت سے دھوکا آپ کو
میں نے ان لوگوں کو صاحب آزمایا ہے بہت — کیا بتاؤں مجھ کو ان سب نے ستایا ہے بہت

جھوٹ سچ کا سودا

گفتگو سن کر یہ مردانے سے نانک نے کہا — جھوٹ اور سچ شہر سے تم جا کے لے آؤ ذرا
ساتھ اپنے شہر میں کچھ دام بھی لے جاؤ تم — ڈھونڈ کر بازار سے جھوٹ اور سچ لے آؤ تم
دام مردانہ گورو صاحب سے لے کر چل دیا — جھوٹ سچ کی جستجو میں دیر تک پھرتا رہا
جھوٹ اور سچ ہر دکان سے پوچھتا جاتا تھا وہ — لوگ ہنس دیتے تھے جب یہ نام دہراتا تھا وہ
کوئی بھی جھوٹ اور سچ کی تہ کو پا سکتا نہ تھا — جھوٹ سچ کا راز کوئی بھی بتا سکتا نہ تھا
بعض دیوانے پکار اٹھے کہ دیوانہ ہے یہ — عقل انسانی سے بے بہرہ ہے بیگانہ ہے یہ

اب وہ نا اُمید تھا مایوس تھا حیران تھا   سوچتا تھا یہ گورو صاحب نے کیا فرما دیا

پھرتے پھرتے آخرش اک مل گئی اسکو دوکان   جسکے مالک کی جبیں پر تھا نجابت[۱] کا نشان

مُولا کہتے تھے اسے مشہور خاص و عام تھا   نیک طینت تھا وہ خوش اندیش و خوش انجام تھا

لکھ دیا اُسنے یہ سُنکر جھوٹ اور سچ کا سوال   مرنا سچ ہے اور ہے جینا جھوٹ اے روشن خیال

الغرض مردانہ یہ تحریر لیکر آگیا   جُھوٹ سچ کی مختصر تفسیر لیکر آگیا

شہر سے کاغذ یہ لے آیا گورو صاحب کے پاس   جھک گئی اس پر گورو جی کی نگاہِ حق شناس

آپ نے پڑھ کر اسے یہ غوث صاحب سے کہا   اے رفیقِ محترم یہ دیکھئے لکھا ہے کیا

دیکھئے اسکو یہ ہے اللہ کے بندوں کا نشاں   کیا تسلّی کے لئے کافی نہیں یہ امتحاں

غوث صاحب نے کہا کہنے کی باتیں ہیں تمام   جاننے کو تو یہ باتیں جانتے ہیں خاص و عام

جانتے سب ہیں مگر کوئی عمل کرتا نہیں   مرنا حق ہو کوئی حق کی راہ میں مرتا نہیں

پھر گورو صاحب نے مُولا کو بلا بھیجا وہیں   تاکہ اس پر غوث صاحب کو بھی آجائے یقین

آگیا مُولا تو نرمی سے گورو جی نے کہا   بھائی مرنا ہی اگر ٹھہرا تو یہ جنجال کیا

---

۱ شرافت۔

فکر عقبےٰ کی کرو اور عاقبت کو لو سنوار
چھوڑ دو دُنیا کو اپنی آخرت کو لو سنوار

خواب ہے اک خواب بیش از خواب دنیا کچھ نہیں
زندگی اک خواب ہے اسکا بھروسہ کچھ نہیں

کل جو اسکو چھوڑنا ہے آج ہی سے چھوڑ دو
ہر طرح فانی ہے دنیا اس سے تم منہ موڑ لو

وعظ سُنکر آپکا اِتنا ہوا اس پر اثر
ہو گیا گوشہ نشیں دنیا کے دھندے چھوڑ کر

اپنی آنکھوں سے جو دیکھا غوث صاحب نے یہ حال
اپنے دل سے ترک فرمایا تباہی کا خیال

جس جگہ اس شہر میں نانک نے فرمایا قیام
آج تک لوگوں میں ہے اسکا نہایت احترام

اور وہ بیری کا درخت ابتک وہاں موجود ہے
عہدِ نانک کا یہ تاریخی نشاں موجود ہے

تلونڈی میں ورود، ماں باپ کو اپدیش

پھر وہاں سے ساتھ مردانے کو لے کر آپ نے
ڈیرہ ڈالا آ کے تلونڈی سے باہر آپ نے

بعد اک مدّت کے تلونڈی میں پھر آئے حضور
جائے پیدائش میں لاکھوں برکتیں لائے حضور

آپ نے قصبے سے باہر آ کے فرمایا قیام
آ گئے ملنے کی خاطر آپ سے سب خاص و عام

لے گورو صاحب تلونڈی کے باہر بھائی بالا کے باپ چندر بھانی کے کنوئیں پر ٹھہرے ۱۲

سُن کے یہ ماتا ترپتا جی بھی باہر آگئیں ۔۔۔ گھر سے کپڑے اور کچھ خوراک لیکر آگئیں

آپ کو دیکھا کہ پہنے ہیں فقیرانہ لباس ۔۔۔ ہے عجب نے بب بدن دنیا سے بیگانہ لباس

آبدیدہ ہوگئیں آنکھوں میں آنسو آگئے ۔۔۔ سامنے بادل ملال و رنج و غم کے چھاگئے

رو کے فرمایا مرے دلبند میرے چاند دیکھ ۔۔۔ ہو رہا ہے میری آنکھوں میں جہاں سب ماند دیکھ

تیرے قرباں آہ تو پہنے فقیرانہ لباس[لہ] ۔۔۔ تو کہ تیری شان کے شایاں ہے شاہانہ لباس

اشتیاقِ دید میں گھر سے چلی آئی ہوں میں ۔۔۔ دیکھ یہ پوشاک تیرے واسطے لائی ہوں میں

کپڑے یہ گھر کے پہن کر آج دکھلادے مجھے ۔۔۔ جلوۂ صد ماہ و اختر آج دکھلادے مجھے

اے مری آنکھوں کے تارے میری اُمیدوں کے چاند ۔۔۔ اے مجھے دنیا سے پیارے میری اُمیدوں کے چاند

آہ تجھ بن سب جہاں تاریک ہے میرے لئے ۔۔۔ تو نہیں تو ہر مکاں تاریک ہے میرے لئے

خود پریشاں ہو کے تو دنیا سے کھو دیگا مجھے ۔۔۔ جیتے جی غم کے سمندر میں ڈبو دیگا مجھے

جانِ مادر کیا تجھے ماں کی محبت کچھ نہیں ۔۔۔ جس نے پالا تھا تجھے کیا اُسکی اُلفت کچھ نہیں

آپ نے ماتا سے فرمایا کہ اے ماتا نہ رو ۔۔۔ میری حالت پر خدا کے واسطے ماتا نہ رو

لہ اسوقت باباصاحب معمولی سادھو کے لباس میں تھے یعنے ۲ گز کپڑا سر پر ۲ گز نیچے اور ایک ٹکڑا ہاتھ میں ۱۲

یہ غلط ہے اپنی ماتا سے مجھے اُلفت نہیں ۔ یہ غلط ہے میرے دل میں تیری کچھ عزت نہیں
ساری دنیا سے زیادہ تجھ سے اُلفت ہے، مجھے ۔ درحقیقت تجھ سے روحانی محبت ہے، مجھے

لیکن اے ماتا خدا کے کام سے مجھ کو نہ روک
در گذر سعیٔ رفاہِ عام سے مجھ کو نہ روک

دُور ہوں ماتا میں اب دنیا سے کوسوں دُور ہوں ۔ ایشور کے حکم سے ناچار ہوں مجبور ہوں
بحث ماں بیٹے میں کافی دیر تک ہوتی رہی ۔ نانکِ اعظم کو اب دنیا کی حاجت کچھ نہ تھی
سُن کے گاؤں سے پتا کالو بھی باہر آ گئے ۔ اپنا خوش رفتار گھوڑا ساتھ لیکر آ گئے
آ کے فرمایا کہ اے جانِ پدر گھر کو چلو ۔ اس جگہ سے اُٹھ کے اے نورِ نظر گھر کو چلو
چڑھ کے خوش رفتار گھوڑے پر چلو گھر کیطرف ۔ منتظر ہیں گھر کے بام و در چلو گھر کیطرف
گھر نیا بنوا چکا ہوں دیکھ لو چل کر اسے ۔ اے مرے نورِ نظر روشن کرو چل کر اسے
الغرض ماں باپ دونو آ کے سمجھاتے رہے ۔ گھر کو چلنے کے لئے مجبور فرماتے رہے

گرچہ دل میں آپ کے ماں باپ کا بھی پاس تھا　　لیکن اس سے کچھ زیادہ فرض کا احساس تھا

آپ نے کچھ اس طرح اپدیش فرمایا انہیں　　جادۂ ہستی کا ہر ذرّہ نظر آیا انہیں

ہو گئے قائل گورو صاحب کی عظمت دیکھ کر　　ایشور کی آپ کے دل میں محبّت دیکھ کر

الغرض خود فیض بیٹے سے ملا ماں باپ کو　　دِل کا اِطمینان حاصل ہو گیا ماں باپ کو

ایشور بھگتی میں روز و شب بسر کرنے لگے　　الفتِ معبود کے غم پر گذر کرنے لگے

تلونڈی سے رخصت مشرقی ممالک کو روانگی

کنکھل میں اپدیش

چند دن کے بعد رخصت ہو کے گاؤں سے حضور ‏ چھانگا مانگا کے گھنے جنگلات کو کر کے عبور

چلتے چلتے آپ قصبہ چونیاں میں آ گئے ‏ آپ کی آمد سے یاں رحمت کے بادل چھا گئے

شیخ داؤد ایک رہتے تھے یہاں کامل بزرگ ‏ معرفت کے رنگ میں اک رہبرِ منزل بزرگ

شیخ صاحب سے گورو صاحب یہاں آ کر ملے ‏ اور ملنے کی بڑی تکلیف فرما کر ملے

آپ سے عشقِ خدا پر گفتگو ہوتی رہی ‏ گفتگو کیا ایشور کی جستجو ہوتی رہی

ہو کے رخصت شیخ سے اور کر کے ستلج کو عبور ‏ مالوے کی سمت کو رخ اپنا فرما کر حضور

جا رہے تھے گاؤں گاؤں وعظ فرماتے ہوئے ‏ راہ پر گم گشتگانِ راہ کو لاتے ہوئے

ایک شیرینی تھی مضمر آپ کی ہر بات میں
بانٹے جاتے تھے جس کو مختلف دیہات میں

مالوے کی سیر کر کے چلتے چلتے آپ نے
ڈیرہ ڈالا آ کے گنگا کے کنارے آپ نے

ساحلِ دریا پہ کنکھل میں کیا کچھ دِن قیام
خلق تک پہنچا رہے تھے آپ وحدت کا پیام

ان دنوں کنکھل میں میلا تھا نہایت زور پر
آ رہے تھے لوگ ہر سو سے یہاں شام و سحر

ملک کے ہر ایک گوشے سے چلے آتے تھے لوگ
ہر زباں ہر وضع اور ہر رنگ کے آتے تھے لوگ

آپ نے بخشی اُنہیں اُلفت کی تازہ زندگی
تیرہ بختوں کو عطا کی بخت کی تابندگی

درس لیکر آپ کے اپدیش سے سب خاص و عام
گنگناتے آپ کی بانی کے شبدوں کو مدام

دہلی میں قید بامشقت

اس جگہ سے ہو کے رخصت آپ دہلی آ گئے
رحمتِ حق کی طرح اس سرزمیں پر چھا گئے

شہر سے دکن کی جانب ساحلِ جمنا کے پاس
سا ٹھہر دانے کے اترے نانک وحدت شناس

حکمراں تھا ان دنوں لودھی سکندر تخت پر
جھک رہی تھی جسکے آگے چرخِ گرداں کی نظر

تھا سکندر حق میں درویشوں کے اتنا سخت گیر
نام سے اسکے لرز جاتے تھے سادہو اور فقیر

وہ بھی سچا تھا کہ درویشی قیامت تھی یہاں
قابلِ اصلاح درویشوں کی حالت تھی یہاں

بسکہ ہر نا اہل تھا درویش بن بیٹھا یہاں
بچھ رہا تھا ہر طرف اک جال دہوکھا کا یہاں

عام درویشوں میں چالاکی تھی درویشی نہ تھی
سر سے پا تک شکلِ سفا کی تھی درویشی نہ تھی

راہزن جتنے تھے بنجاتے تھے سب مست و ملنگ
لوٹنے کا خلق کو یہ تھا بہت محفوظ ڈھنگ

رہزنی پر رہنمائی کا مجازی رنگ تھا
لوٹنے کا اہل عالم کو یہ آساں ڈھنگ تھا

ڈاڑھیاں رکھ کر عصا تسبیح لیکر ہاتھ میں
پھرتے رہتے تھے لٹیروں کے گروہ دیہات میں

اس لئے وہ درپے آزار تھا ان کے مدام
خوب ہی لیتا تھا ان بہروپیوں سے انتقام

جب گورو صاحب کے آنیکی ملی اس کو خبر
حکم دے کر اس نے یہ خدام[1] کو بھیجا ادھر

جاؤ اس درویش کو جاکر پکڑ لاؤ یہاں
اور جتنے ساتھ ہوں سبکو جکڑ لاؤ یہاں

جاؤ اور ان سب کو لاکر قید میں ڈالو ابھی
لاؤ اور ہم کو دکھا کر قید میں ڈالو ابھی

---

[1] جمع خادم ـ نوکر

مردانے کا اضطراب۔ گورو صاحب کی کرامت

الغرض اِن سب کو زنداں[1] کیطرف لایا گیا ۔۔۔ سب کو چکّی پیسنے کا حکم فرمایا گیا

چکیاں دیکھیں تو مردانے کو غش آنے لگا ۔۔۔ حرفِ شکوے کے زباں پر اِس طرح لانے لگا

آپ کی خدمت کا یہ اچھا صِلہ پایا حضور ۔۔۔ آپ نے ہم کو بہت آرام پہنچایا حضور

آگیا ہوں کس جگہ میں گردشِ گردوں کے ساتھ ۔۔۔ سچ ہے پس جاتا ہے گھن بھی مفت میں گیہوں کے ساتھ

آہ میں اور چکیاں پیسوں بچالے اے خدا ۔۔۔ اور بچانا ہے اگر مشکل اٹھالے اے خدا

جب گورو صاحب نے مردانے کا دیکھا اضطراب ۔۔۔ ہنس کے فرمانے لگے تو اور اتنا اضطراب

آج روزِ امتحاں ہے آج مت دیوانہ بن ۔۔۔ نام اگر مردانہ ہے تیرا تو اٹھ مردانہ بن

کچھ خرد[2] سے کام لے فرزانگی کا دے ثبوت ۔۔۔ ہار مت ہمت ذرا مردانگی کا دے ثبوت

گرچہ ہم اس قید میں پھانسے گئے ہیں بے قصور ۔۔۔ ایشور کی ہم کو پہنچے گی مدد لیکن ضرور

قیدیوں سے تم یہ کہدو چکیاں سب چھوڑ دیں ۔۔۔ رات ہے آرام کی آرام کر کے سو رہیں

۱؎ قید خانہ ۲؎ عقل

رات گذرے صبح جب ہوگی تو دیکھا جائیگا | غیب سے کوئی فقیروں کی مدد کو آئے گا
جس قدر قیدی تھے سب آرام کر کے سو گئے | اپنی ہمت کے موافق کام کر کے سو گئے
نانکِ اعظم بھی پھر آرام فرمانے لگے | خواب کی دیوی کے گیسو کھل کے لہرانے لگے
رات جب گذری پھٹی پو صبحِ صادق ہو گئی | تیرگی تنویر[1] کی آغوش میں جب کھو گئی
کھولدیں ذرّوں نے آنکھیں اور اجالا ہو گیا | نور کا تیرہ جہاں میں بول بالا ہو گیا
نام لے کر ایشور کا خواب سے اٹھے حضور | اطلاعِ مہرِ عالم تاب سے اٹھے حضور
نامِ حق لے کر ادھر بیدار مردانہ ہوا | اپنی کچی نیند سے ہشیار مردانہ ہوا
آپکے ارشاد سے اس نے اٹھایا جب رباب | لہر موسیقی کی دوڑی جس طرح موجِ شراب
آپ بھی گانے لگے پھر شبد میٹھے راگ میں | سر بسر ڈوبے ہوئے عشقِ خدا کی آگ میں

لہر موسیقی کی دوڑی وجد میں آئی زمیں
خود بخود قیدیوں کی چکیاں چلنے لگیں

---

[1] روشنی

بادشاہ سے مُلاقات و رہائی

الغرض وہ شبدِ نانک دیر تک گاتے رہے
راگنی میں ایشور کا ذکر فرماتے رہے

ہوش پر اک نشّے کا پرچم تھا لہرایا ہُوا
چار سو تھا ایک کیفِ بیخودی چھایا ہُوا

اک کشش تھی نغمۂ وحدت کی ہر اک تان میں
محو تھا دِل ذرّے ذرّے کا خدا کے دھیان میں

گا رہے تھے آپ عرفاں میں ترانہ عشق کا
تھا نسیمِ صبح کے لب پر فسانہ عشق کا

گا رہے تھے گیت مستانہ یہ مولا کے حبیب[1]
قید خانے میں کہ جو تھا قصرِ شاہی[2] کے قریب

بادشہ نغموں کو سنکر مست اور مسحور تھا
اس کا دِل یادِ خدائے پاک سے معمور تھا

ہو رہا تھا اس کے دل پر مست نغموں کا اثر
عین اس عالم میں پہنچائی گئی اُس کو خبر

کل سے ایک درویش جو زنداں میں ہے آیا ہُوا
گا رہا ہے ایک گوشے میں الگ بیٹھا ہُوا

اسکے دل میں سوز ہے عشقِ خدا کی آگ ہے
خود بخود چٹکیاں چلتی ہیں اسکے راگ سے

بادشہ سنتے ہی فوراً سوئے زنداں آگیا
قید خانے کے سکوں میں ایک طوفاں آگیا

---

[1] دوست [2] بادشاہی محل

بادشہ کو آپ نے دیکھا تو نرمی سے کہا
ہو رہے ہو کیوں گنہ کے مرتکب اے باصفا

بے گناہوں کو اذیّت دے کے کچھ ملتا نہیں
ظلم سہ کر ان کا لب جز بد دعا ہلتا نہیں

یہ نہ ہو لگ جائے تم کو بھی کسی کی بدُعا
یہ نہ ہو موقعہ ملے مظلوم کو فریاد کا

چھوڑ دو ان قیدیوں کو ایک دم تم چھوڑ دو
توڑ دو اِن بے بسوں کے بند فوراً توڑ دو

بادشہ نے سب فقیروں کو رہائی بخشدی
قید خانے کے اسیروں کو رہائی بخشدی

ہو گئے آزاد قیدی اور گھر کو چل دیئے
ہر قدم پر آپ کو دل سے دعا دیتے ہوئے

جس طرف جاتے تھے یہ درویش کرتے تھے بیاں
آپ کے اعجاز کی یہ حیرت افزا داستاں

اس کرامت سے بہت مشہور نانک ہو گئے
فیض کا باعث قریب و دور نانک ہو گئے

بندرابن - آگرہ اور اجُدھیا میں پرچار

ہو کے رخصت شہر دہلی سے علیگڈھ آ گئے
آپکی آمد سے یاں رحمت کے بادل چھا گئے

سادھوؤں کو درس دیتے تھے ریاضت کا حضور
خلق کو اپدیش دیتے تھے عبادت کا حضور

پھر وہاں سے ہو کے رخصت آگرے کی راہ لی — دھوم تھی ہر سمت ہر سو آپ کے پرچار کی

پاس جو آتا تھا بن کر معتقد جاتا تھا وہ — آپ کے اخلاق کے گُن رات دن گاتا تھا وہ

لوگ پیرو ہو گئے آخر بڑی تعداد میں — اور مگن رہنے لگے پرماتما کی یاد میں

آج تک یوپی[1] میں ایسی قوم اک آباد ہے — جسکی اس زرخیز خطے میں بڑی تعداد ہے

پاٹ کرتے ہیں گورو صاحب کی بانی کا یہ لوگ — ہیں نمونہ آج تک حق کی نشانی کا یہ لوگ

آگرے میں آپ جب فرما چکے کچھ دن قیام — پھر وہاں سے بھی کیا اپنے سفر کا انتظام

اس جگہ سے کانپور اور لکھنؤ ہوتے ہوئے — جانبِ شہرِ اجدھیا بہرِ درسِ حق چلے

اس جگہ بھی درسِ حق دن رات فرماتے رہے — راہ سے بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لاتے رہے

بنارس اور پٹنہ میں آمد

اس جگہ سے آپ پھر چل کر بنارس آ گئے — رحمتِ حق کی طرح اس سرزمیں پر چھا گئے

---

[1] یوپی کے علاقے میں ہندوؤں کی اکثریت ہے لیکن گورو نانک سے عقیدت رکھنے والے لوگ بھی کثرت سے مل جاتے ہیں۔

اس زمانے میں یہیں تشریف فرما تھے کبیر
مانتا تھا کل بنارس جنکو اک کامل فقیر

اس مقدّس شہر میں تھے ان دنوں رامداس بھی
جنکی شہرت اہلِ عرفاں کے دلوں میں عام تھی

آپ مل کر ان بزرگوں سے نہایت خوش ہوئے
اور وہ دونو اہلِ عرفاں بھی بغایت خوش ہوتے

خلق کو حق کا سبق دیتے ہوئے نزدیک و دور
پھر ہوئے چل کر وہاں سے وارِدِ پٹنہ حضور

جامۂ تن کے متعلّق مردانے کا سوال

آپ سے اک روز مردانہ لگا کرنے سوال
جامۂ تن چیز کیا ہے اے فقیرِ خوش خصال

آپ جو اکثر کہا کرتے ہیں لاثانی ہے یہ
پرتوِ خالق ہے عکسِ نورِ یزدانی ہے یہ

یعنی انساں عکس ہے اسکے جمالِ نور کا
اُس نے خود انساں کو اپنے نور سے پیدا کیا

قدر اِسکی آدمی کرتا نہیں ہے کیا سبب
اِسکی پروا کوئی بھی کرتا نہیں ہے کیا سبب

سُن کے مردانے کی یہ باتیں رہے خاموش آپ
جلوۂ بے رنگِ جاناں میں رہے روپوش آپ

آپکی نظروں میں تھا رنگِ جہانِ بے ثبات
اور باتوں میں لگا کر ٹال دی اس کی یہ بات

التوا میں وقتِ موزوں کیلئے رکھا اسے — بھول بیٹھا دو گھڑی کے بعد مردانہ جسے

دو گھڑی میں بھوک کی تکلیف سے ہو کر نڈھال — نانک اعظم سے کھانے کا کیا اس نے سوال

عرض کی اے بادشاہِ فقر کچھ دلوائیے — مضطرب ہوں بھوک کی شدت سے کچھ کھلوائیے

آپ نے اک لعل مردانے کو دیکر یہ کہا — بھوک کی شدت سے کیوں بیکل ہوا اے مردِ خدا

بھوک ہے تو لعل یہ بازار میں لے جاؤ تم — بیچ کر اس لعل کو جو جی میں آئے کھاؤ تم

ہاں مگر اس لعل کی قیمت نہ کم لینا کہیں — رائیگاں[۱] اس لعل کو ہرگز نہ کھو دینا کہیں

قیمتی یہ لعل ہے قیمت میں ارزانی نہ ہو — بیچ کر ارزاں کہیں تم کو پشیمانی نہ ہو

جسقدر ہوں جوہری بازار میں نزدیک و دور — اسکی قیمت پوچھ لینا سب سے تم مل کر ضرور

الغرض مردانہ لے کر لعل کو رخصت ہوا — شہر بھر میں اسکی قیمت پوچھتا پھرنے لگا

پھرتے پھرتے مل گیا اسکو اک ایسا جوہری[۲] — دیکھ کر جو لعل کی رخشندگی تابندگی

ہو گیا سو جان سے قرباں دُرِ نایاب پر — ذوقِ نظارہ فدا تھا جس کی آب و تاب پر

---

۱ بے سود

۲ جوہری کا نام تواریخوں میں ثالث رائے لکھا ہے۔

لے کے پر اس لعل کو حسرت سے واپس کر دیا
ساتھ کچھ نقدی بھی مردانے کو دے کر یہ کہا

اسکی قیمت تو ادا کرنا مری ہمت نہیں
مول لیلوں لعل یہ تم سے مری طاقت نہیں

لعل یہ اتنا گرانمایہ ہے اے یارِ عزیز
اسکی ہو سکتی نہیں ہر آنکھ والے کو تمیز

چاہیئے کچھ نذر اس کے دیکھنے کے واسطے
اور یہ نقدی ہے اسکی نذر یہ لے جایئے

گفتگو جب یہ سنی حیراں ہوا گھبرا گیا
الغرض لعل اور نقدی لیکے واپس آگیا

دونو چیزیں لے کے واپس آگیا نانک کے پاس
اسطرف جولانیوں پر تھی نگاہِ حق شناس

جوہری کا واقعہ سارا سنایا آپ کو
حال جو بازار میں گذرا بتایا آپ کو

جامۂ تن کی حقیقت

سنکے مردانے کے لب سے جوہری کی داستاں
آپ فرمانے لگے اس سے یہ ہو کر شادماں

لہ بعض تواریخ کی کتابوں میں ہے کہ اس وقت جوہریوں میں رسم تھی کہ جب وہ کسی بہت گرانمایہ موتی کو دیکھتے تو کچھ رقم نذرانے کے طور پر پیش کرتے۔ چنانچہ اسی رسم کے مطابق جوہری نے یکصد روپیہ اس لعل کی نذر کرتے ہوئے مردانے کو پیش کیا۔

مل گیا لو اپنے استفسار کا تم کو جواب ہو گئی ہے خود بخود تم پر حقیقت بے نقاب

جسمِ انسانی کا جامہ بھی یونہی نایاب ہے گوہرِ نایاب ہے کچھ بڑھ کے اسکی آب ہے

ہر کسی کو ہو نہیں سکتی مگر اس کی تمیز اہلِ عرفاں میں بھی ہے دشوار تر اس کی تمیز

ہیں بہت کم لوگ جو پہچان سکتے ہیں اسے سینکڑوں میں ایک دو ہی جان سکتے ہیں اسے

عارفوں کی صحبتوں میں راتدن رہتے ہیں جو ذکرِ حق کو روح کی اپنے غذا کہتے ہیں جو

جنکی نظریں ہیں طلسماتِ جہاں کی رازداں جن کی فطرت ہے زمین و آسماں کی رازداں

جامۂ تن کی حقیقت جان سکتے ہیں وہی اس دُرِ نایاب کو پہچان سکتے ہیں وہی

اس تمہارے جوہری کی طرح ہے انکی مثال جنکو عرفانِ حقیقت میں میسر ہے کمال

اس جہاں میں جنکے دل کچھ واقفِ اسرار ہیں سینکڑوں کیا وہ ہزاروں میں فقط دو چار ہیں

ہاں مگر اس جوہری کے پاس اب جاؤ تم جا کے واپس اس کا نذرانہ ابھی کر آؤ تم

اس کا نذرانہ تمہارے واسطے اچھا نہیں حرصِ مال و جاہ اہلِ فقر کا شیوا نہیں

الغرض پھر جوہری کے پاس مردانہ گیا ہر قدم پر اپنے دل میں نامِ حق جپتا ہوا

تا امانت جوہری کی جوہری کو سونپ آئے
جسنے یہ دولت اسے دی تھی اسکو سونپ آئے

جوہری اسکو مگر ہرگز نہ کرتا تھا قبول
الغرض کھینچا سرِ بازار اس جھگڑے نے طول

ضد تھی مردانے کو بھی پورا کرے نانک کا حکم
تھا خدا کا حکم اس کیواسطے نانک کا حکم

آخرش خود چل کے آیا جوہری نانک کے پاس
تا کہ جھگڑے کو مٹا دے نانکِ وحدت شناس

آپکی خدمت میں وہ با صد ادب حاضر ہوا
تا گورو جی سے سُنے اسرارِ توحیدِ خدا

سنتے سنتے آپ کا اپدیش قائل ہو گیا
آپکی روحانیت پر دل سے مائل ہو گیا

گیا میں ورود

ہو کے رخصت آپ پٹنے سے گیا میں آ گئے
اک قدیمی مرکزِ صدق و صفا میں آ گئے

اہلِ عالم کو دیا آ کر حقیقت کا پیام
باہمی اخلاص کا مہر و محبت کا پیام

چھا رہی تھیں قلب پر اقوام کے گمراہیاں
رقص کرتا تھا دماغوں میں تکبر کا دھواں

انکا دل تھا بے بصیرت انکی طینت دشمنی
انکی فطرت تھی عداوت انکی عادت دشمنی

آپ کی ہر رہگذر اس وادئ ظلمات میں
کہکشاں بنکر چمک اٹھی اندھیری رات میں

آپنے تاریک راہوں میں ضیائے نور سے
ہر طرف دکھلا دیئے لوگوں کو جلوے طور کے

کامروپ میں نورشاہ کو اپدیش

اس جگہ سے ہو کے رخصت آپ آئے کامروپ
اور لائے تحفۂ وحدت برائے کامروپ

ان دنوں اس ملک میں ہر سمت تھا عورت کا راج
چھپ گیا تھا نورِ حق تھا ہر طرف ظلمت کا راج

گوشے گوشے میں تھا سحر اور شعبدہ بازی کا زور
ہر طرف دھوکہ دہی کا فتنہ پردازی کا زور

اس جگہ تھی اک بہت مشہور عورت نورشاہ
کر رہی تھی ملک پر گویا حکومت نورشاہ

پھرتے پھرتے آپ جب اس شہر میں داخل ہوئے
ساکنانِ شہر جانب آپ کی مائل ہوئے

نورشاہ کو آپکے آنے کی جب پہنچی خبر
آپ کو توقیر سے عزت سے لائی اپنے گھر

قصرِ عالی شان ایوانِ شہنشاہی تھا وہ
مظہرِ صد سطوتِ شانِ شہنشاہی تھا وہ

ہر جگہ سے شعبدہ بازی عیاں تھی اس جگہ
ہر کنیزک رشکِ صد حورِ جناں تھی اسجگہ

ہر پری پیکر یہاں جانِ بہارِ حُسن تھا ۔۔۔ جوش پر ہر سمت طوفانِ بہارِ حُسن تھا

لونڈیاں اس نے طلب کر لیں قطار اندر قطار ۔۔۔ چشم نظّارہ طلب تھی غرقِ طوفانِ بہار

جنّتِ شدّاد کی حوریں نظر آئیں یہاں ۔۔۔ یا کسی کہسار سے پریاں اُتر آئیں یہاں

لونڈیوں کے رقص کا آغاز پھر ہونے لگا ۔۔۔ نغمہ زن شیطانیت کا ساز پھر ہونے لگا

گا رہی تھیں لونڈیاں مِلکر حسین آواز سے ۔۔۔ مہ جبینیں رقص کرتی تھیں ادا و ناز سے

سامنے منظر تھا گویا جنّتِ شدّاد کا ۔۔۔ سحر سب پر چل رہا تھا اس طلسم آباد کا

کر چکی جب ختم یہ نغموں کی دعوت نور شاہ ۔۔۔ پیش نانک لیکے آئی مال و دولت نور شاہ

سامنے سو لعل لاکھوں گوہرِ نایاب تھے ۔۔۔ منتشر انجم تھے ہر سو منتشر مہتاب تھے

لا رہی تھی سو خزانے پیش کرنیکے لئے ۔۔۔ امتحانِ عظمتِ درویش کرنیکے لئے

آپ نرمی سے اسے اپدیش فرمانے لگے ۔۔۔ ہستیٔ فانی کا اسکو راز سمجھانے لگے

اس سے فرمایا کہ دَولت سے سکوں ملتا نہیں ۔۔۔ اس ہوا سے غنچۂ قلبِ حزیں کھلتا نہیں

ایشور بھگتی سے مل سکتا ہے اطمینانِ دل ۔۔۔ کاش حاصل کر سکو تم دولتِ عرفانِ دل

عارضی دنیا ہے فانی ہے یہاں کی زندگی ۔۔۔ بے بقا ہے آنی جانی ہے یہاں کی زندگی

دن کی دنیائے تجلی میں نہاں ظلمات ہے ۔۔۔ "چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے"

آپ کا یہ وعظ اور تلقین سنکر نور شاہ ۔۔۔ عاجزی سے جھک گئی فوراً زمین پر نور شاہ

پھر وہ آپ کی عظمت کو قائل ہو گئی ۔۔۔ چھوڑ کر جادو خدا کی سمت مائل ہو گئی

بھرتری سادھو کے آشرم پر

پھر وہاں سے وعظ فرماتے ہوئے نکلے حضور ۔۔۔ چار جانب نور برساتے ہوئے نکلے حضور

آشرم پر بھرتری سادھو کے آئے ایک دن ۔۔۔ شانتی کا اس جگہ پیغام لائے ایک دن

چھوڑ کر دنیا کو جو مدت سے تھا ویراگ میں ۔۔۔ معتقد تھا سدھ گورکھ ناتھ کا ویراگ میں

آشرم میں دیر تک ہٹھ جوگ وہ کرتا رہا ۔۔۔ سختیوں سے دیر تک ہٹھ جوگ کی مرتا رہا

اسکی لیکن نہ مطلق شانتی حاصل اسے ۔۔۔ اس ریاضت سے نہ ملتا تھا سکونِ دل اسے

مضطرب تھا وہ سکونِ قلب پانے کے لئے ۔۔۔ گیان کی اقلیم پر قبضہ جمانے کے لئے

آپ نے آکر جو پیچ و تاب میں پایا اسے
ذرّہ ذرّہ عالمِ فانی کا دکھلایا اسے

مہر کی نظروں سے پھر اپدیش فرمانے لگے
شانتی پانے کا اس کو رازِ سمجھانے لگے

اس سے فرمایا کہ یہ ہٹھ جوگ فوراً چھوڑ دو
ایشور کے ساتھ اپنے دل کا رشتہ جوڑ دو

شانتی کے واسطے سب سے ہے بہتر سہج جوگ
ایشور کی راہ میں دل کا ہے رہبر سہج جوگ

ہو گیا پیرو گورو صاحب کا اس اپدیش سے
پا گیا وہ شانتی پنجاب کے درویش سے

جگن ناتھ پوری میں آمد

خلق کو روحانیت کا درس فرماتے ہوئے
قعرِ پستی سے بلندی کی طرف لاتے ہوئے

آپنے شہرِ پوری میں جا کے فرمایا قیام
ہندوؤں کا اس طرف جو اک مقدس ہے مقام

شہر میں کچھ دیر تک آرام فرما کر حضور
آئے آخر دیکھنے کے واسطے مندر حضور

آپ نے جس وقت مندر میں رکھا اپنا قدم
دیکھتے کیا ہیں یہاں ہر ایک کی گردن ہے خم

اہتمام ان کا تخیل سے برون ہے اس جگہ
ہر کوئی مورت کے آگے سرنگوں ہے اس جگہ

کوئی سجدہ کر رہا ہے جھک رہا ہے واں کوئی
اور پھیلائے ہوئے ہے عجز کا داماں کوئی

ہے یہاں کوئی مرادیں مانگنے آیا ہوا
ہر کوئی ہے اپنی اپنی آرزو لایا ہوا

ہار لاتا ہے کوئی پھولوں کا یا لاتا ہے پھول
سر پہ مورت کے ادب سے کوئی برساتا ہے پھول

رعب اس مورت کا ہے کچھ اسقدر دربار پر
لرزشِ پیہم ہے طاری ہر در و دیوار پر

الغرض یہ تھا عبادت کا طریقہ اس جگہ
قابلِ اصلاح تھا سب کا سلیقہ اس جگہ

سب پجاری مورتوں کو تھے خدا سمجھے ہوئے
خود تراشیدہ بتوں کو دیوتا سمجھے ہوئے

یہ عبادت کا طریقہ دیکھتے جاتے تھے آپ
صورتِ اصلاح پر پھر غور فرماتے تھے آپ

سوچتے تھے کس طرح حق بات سمجھائیں انہیں
راہ سے ہیں دور کیونکر راہ پر لائیں انہیں

دن اسی حالت سے گذرا اور ڈوبا آفتاب
اوڑھ آئی شام کی دیوی اندھیرے کا نقاب

لوگ سارے مورتی کی آرتی کے واسطے
عاجزی کے ساتھ جا کر ایستادہ[۱] ہو گئے

عبادت شام کی تھی اس میں شامل تھے تمام
جذب تھا مورت میں اسکی سمت مائل تھے تمام

جب تھے مصروفِ عبادت آپ تنہا تھے الگ
مورتوں کو پوجنے والوں کی دنیا سے الگ

---

۱ کھڑے۔

دیکھ کر یہ سب پجاری سیخ پا[1] ہونے لگے — آپ سے اس بے نیازی پر خفا ہونے لگے

آپ سے پوچھا کہ صاحب آپ کیا کرتے ہیں واں — کیوں نہیں ہوتے ہیں شامل آ کے پوجا میں یہاں

محترز کیوں دیوتاؤں کی پرستش سے ہیں آپ — دور اک گوشے میں کیوں سب سے الگ بیٹھے ہیں آپ

آپ نے سنجیدگی سے یوں دیا اسکا جواب — آپ کیوں غصے میں آ کر کھا رہے ہیں پیچ و تاب

آپ کیا کرتے ہیں ہم پردیسیوں کو کیا خبر — دوستو ہم ایسی رسموں سے نہیں ہیں باخبر

آپ یہ کیا کر رہے تھے ہم کو سمجھا دیجئے — اس طرف کیا ہو رہا تھا آپ فرما دیجئے

لوگ بولے آپ کا یہ نرم لہجہ دیکھ کر — دیوتاؤں کی پرستش کر رہے تھے ہم مگر

جس جگہ پر آپ تھے بیٹھے ہوئے بیٹھے رہے — کی نہ جنبش تک بھی اطمینان سے بیٹھے رہے

بندگی سے آپ نے کیوں یہ کیا ہے اجتناب — ایشور کو دے سکیں گے آپ کیا اسکا جواب

سن کے یہ باتیں گوروجی نے متانت سے کہا — میں عبادت کے لئے تو ہر گھڑی تیار تھا

کس طرح انکار ہو اسکی عبادت سے مجھے — دولتِ عرفاں ملی ہے اسکی طاعت سے مجھے

آپ تو لیکن بتوں کو پوجنے میں محو تھے — تھے سراسر آپ بیگانہ خدا کی یاد سے

---

[1] خفا

کر رہے تھے مورتی کی آپ تو طاعت حضور
پتھروں کی مورتی کو اس سے کیا نسبت حضور

جسکو انساں نے تراشا ہو خود اپنے ہات سے
اسکو کیا نسبت خدائے بے چگوں کی ذات سے

خود جو انسانوں کی صنعت کا نمونہ ہوا سے
آپ کرتے ہیں مخاطب التجا کے واسطے

جو تکلم[1] سے ہے بیگانہ جو سُن سکتا نہیں
جو بظاہر آنکھ رکھتا ہے مگر بینا نہیں

شرم ہے گر اسکے آگے آپ گردن خم کریں
شرم ہے گر اسکے آگے التجا ہر دم کریں

دیوتا اس کو سمجھ کر آپ پوجیں الاماں
خوف ہے مجھ کو نہ گر جائے زمیں پر آسماں

یاد رکھئے آپ کی اس بندگی کو دیکھ کر
ایشور ناراض ہوتا ہے ہمیشہ آپ پر

پجاریوں کو تبلیغِ ہدایت

پھر گورو صاحب انہیں اُپدیش فرمانے لگے
ایشور کی آرتی کیا شے ہے سمجھانے لگے

ایشور وہ جو کسی تشکیل سے ہے بے نیاز
نغمہ زن ہے حکم سے جس کے ہر اک ہستی کا ساز

آپ اس کی آرتی کو دیکھنا چاہیں اگر
میں دکھاؤنگا ذرا پیدا کریں ذوقِ نظر

---

[1] کلام کرنا۔ بولنا۔

یہ فلک[۱] یہ چاند یہ تارے یہ زرّیں کہکشاں
یہ گُلِ رنگیں یہ غنچے یہ نسیمِ گلستاں

آسماں گویا لگن ہے، چاند ہے قندیلِ نور
مہر کی ہر اک کرن ہے رازدارِ کوہِ طور

چرخ پر کیا موتیوں کی طرح یہ تارے نہیں
ہر کرن میں چاند کی کیا نور کے دھارے نہیں

صبحدم پھولوں سے مس ہو کر جو آتی ہے نسیم
بانٹتی پھرتی ہے آکر دماغوں کو شمیم

گنگناتے ہیں چمن جب گنگناتی ہے نسیم
مُسکراتے ہیں چمن جب گدگداتی ہے نسیم

ایشور کی آرتی کرتے ہیں یہ شام و سحر
جستجو میں اُس کی رہتے ہیں سدا شمس و قمر

حمد کے قابل سزاوارِ عبادت ہے وہی
لائقِ حمد و ثنا حقدارِ طاعت ہے وہی

ان بتوں کو چھوڑیئے اور اس کی طاعت کیجئے
ان سے رشتہ توڑیئے اس کی عبادت کیجئے

اس کے ملنے کے لیئے کچھ واسطہ لازم نہیں
جستجو پر اس کی لیکن آپ خود عازم نہیں

کیجئے اس صانعِ مطلق کی ہر دم جستجو
ہے عبث ان مورتوں کے سامنے یہ ہاؤ ہو

۱؎ اس موقعہ پر گورو صاحب نے مندرجہ ذیل شبد پڑھا

گگن میں تھال رو چند دیپک بنے تارکا منڈل جنک موتی
دھوپ ملیان لو پوں چنور کرے سگل بن رائے پھلنت جوتی
کیسی آرتی ہووے بھو کھنڈنا تیری آرتی

بھیل قوم میں حق کا پرچار

آپ کا پرچار جاری تھا یہاں شام و سحر
بن رہے تھے معتقد پیر و جواں شام و سحر

روز و شب اپدیش دیتے تھے عبادت کیلیے
بندگی پرماتما کی اور طاعت کے لیے

ہندو و مسلم کو درسِ زندگی دیتے تھے آپ
قلب کو توحید[1] کی تابندگی[2] دیتے تھے آپ

وادی و کہسار و دریا سے گذر کرتے ہوئے
آ گئے پھر جانبِ کننگ سفر کرتے ہوئے

اس جگہ کے لوگ تھے تہذیب سے کوسوں بعید
جہل میں اخلاقِ انسانی سے تھے کوسوں بعید

بند تھا ان کے دماغوں میں جہالت کا غبار
سرنگوں ان وحشیوں سے تھا نجابت[3] کا وقار

ایشور کی ہستیٔ مطلق سے منکر تھے یہ لوگ
دور تھے اپنی جہالت میں حقیقت سے یہ لوگ

الغرض اپنی جہالت میں بہت مشہور تھے
یہ خدا کے نام سے نا آشنا تھے دُور تھے

ان کی نظروں میں فقط اک دیوتا پانی کا تھا
تھا یہی کرتار ان کا تھا یہی ان کا خدا

بندگی میں اسکی ہر دم منہمک رہتے تھے یہ
ایشور اس کو اسی کو ہی خدا کہتے تھے یہ

---

[1] خدا کو ایک جاننا [2] روشنی [3] شرافت۔

سامنے پانی کے اپنا سر جھکاتے تھے یہ لوگ ۔۔۔ عاجزی سے اس کے آگے گڑگڑاتے تھے یہ لوگ

الغرض ان کی جہالت کی نہ تھی کچھ انتہا ۔۔۔ یہ خدا سے دور تھے اور دُور تھا اُن سے خدا

ان تک آیا تھا نہ قرنوں سے محبت کا پیام ۔۔۔ ان کو پہنچا تھا نہ صدیوں سے حقیقت کا پیام

آخرش اک دن ہوئی شمعِ حقیقت بے نقاب ۔۔۔ اس جگہ طالع ہوا روحانیت کا آفتاب

اس جگہ لوگوں کو سمجھایا کہ واحد ہے خدا ۔۔۔ ایک ہے وہ مالکِ جاں خالقِ ارض و سما

اک اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے نظمِ جہاں ۔۔۔ ہیں اسی کے چاند سورج اور زمین و آسماں

ہے وہ ہی ربِّ جہاں اور مالکِ ارض[1] و سما ۔۔۔ ہے وہی دو جگ کا داتا ہے وہی سب کا خدا

دیوتاؤں کی عبادت کا نتیجہ کچھ نہیں ۔۔۔ ایسی پوجا ایسی طاعت کا نتیجہ کچھ نہیں

آپ کے اپدیش سے لوگوں نے حاصل کی نجات ۔۔۔ آپ کے دم سے زمانے کو ملی تازہ حیات

قومِ بھیل اپدیش سے نانک کے ہو کر فیضیاب ۔۔۔ جادۂ[2] تہذیب پر چمکی مثالِ آفتاب

آج تک جو قوم پیچھے تھی تمام اقوام سے ۔۔۔ بھاگتے تھے سب مہذب ملک جس کے نام سے

آپ نے اسکو کیا اہلِ زماں سے روشناس ۔۔۔ ہر تمدّن اور تہذیبِ جہاں سے روشناس

---

[1] زمین و آسماں [2] راستہ۔

کوڈارا کھش

اپنی وحشت میں بہت مشہور تھی یہ بھیل قوم / منزلِ انسانیت سے دور تھی یہ بھیل قوم
سب میں خونخواری درندوں کی سی تھی بیباک تھے / راہزن تھے چور تھے ڈاکو تھے یہ سفاک تھے
خونِ انسانی میں انکے ہاتھ تھے لتھڑے ہوئے / ان کے دل تاریک تھے اخلاق تھے بگڑے ہوئے
لوٹ لیتے تھے یہ ہر رہگیر کو پردیس میں / الغرض سب تھے درندے آدمی کے بھیس میں
کوڈارا کھش ان میں اک رہزن بہت مشہور تھا / شغل جس کا قتل و غارت رہزنی دستور تھا
راہ میں تنہا مسافر کو پکڑ لیتا تھا وہ / ظلم و طغیاں کے شکنجے میں جکڑ لیتا تھا وہ
اس کی وحشت کی تھی ہر لب پر بھیانک داستاں / اسکی خونخواری پہ آدم خواریوں کے تھے گماں

تھا دلِ مخلوق میں اس کا تصوّر ہولناک
دامنِ تہذیب تھا اسکے ستم سے چاک چاک

مردانہ کوڈا راکھش کے پنجے میں

ایک دن جب اس علاقے سے گذر کرتے ہوئے
جارہے تھے نانکِ اعظم سفر کرتے ہوئے

ہر طرف جنگل کا منظر تھا بھیانک ہولناک
دامنِ استقلال و ہمت کا جہاں ہوتا تھا چاک

تنگ تھیں راہیں گذرنے میں بھی آزادی نہ تھی
ہر طرف جنگل تھا اور میلوں تک آبادی نہ تھی

ہو رہا تھا بھوک کی شدت سے مردانہ نڈھال
ضعف تھا اور ضعف سے ناگفتنی تھا اسکا حال

عرض کی نانک سے دم بھر کو ٹھہر جائیں حضور
میرے حالِ زار پر کچھ رحم فرمائیں حضور

بھوک کی شدت سے اب میرا قدم اُٹھتا نہیں
ضعف ہے اتنا کہ چلنے کا مجھے یارا نہیں

کچھ کھلا دیجے اگر مجھ کو کھلا سکتے ہیں آپ
کچھ دلا دیجے اگر مجھ کو دلا سکتے ہیں آپ

ورنہ رخصت دیجیے واپس ہوا جاتا ہوں میں
آگے چلنے کی ذرا ہمت نہیں پاتا ہوں میں

نانکِ اعظم نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں
ہم سے رخصت ہو کے اب تنہا کہیں جاؤ نہیں

شہر آلے پیٹ بھر کر ہم کھلا دیں گے تمہیں
چیز جو کھانے کو مانگو گے دلا دیں گے تمہیں

اسکو لیکن بھوک کی شدت سے آسائش نہ تھی
اسکے دل میں صبر کی بالکل ہی گنجائش نہ تھی

تھا دماغ و قلب پر ضعف و نقاہت کا اثر
بھوک کی حالت میں کیا ہوتا نصیحت کا اثر

چل دیا وہ بے سُنے پند و نصیحت آپ کی
محو کر دی بھوک نے دل سے محبت آپ کی

اک طرف کو چل دیا جسوقت تنہا بیخبر
پڑ گئی اس پر اچانک کوڑا راکھش کی نظر

خوش ہوا راکھش جب اس نے دور سے دیکھا شکار
مل گیا قسمت سے بھوکے دیو کو بھوکا شکار

دفعتہً اُس بے خبر تک وہ لپک کر آ گیا
اپنے خوں آلود پنجوں میں اُٹھا کر لے چلا

لے چلا مردانے کو لقمہ بنانے کے لیئے
بھوک اپنی اور اسکی بھی مٹانے کے لیئے

کشف[1] میں نانک کو لیکن ہو گئی اسکی خبر
آپ خود معجز[2] نما رفتار سے آئے ادھر

اس جگہ آکر مدد کی بھوک کے بیمار کی
جو غذا بننے کو تھا اک وحشی خونخوار کی

ساتھ ہی اس دیو کو اپدیش فرمانے لگے
آدمیت کے محاسن اس کو سمجھانے لگے

اس سے فرمایا کہ ہے امن و اماں میں رازِ زیست
گونجتا ہے ورنہ مضرابِ فنا سے سازِ زیست

اس سے فرمایا ہے خونخواری درندوں کا نشاں
اس سے فرمایا نہیں سستی کچھ انسانوں کی جاں

---

[1] الہام [2] حیرت انگیز۔

ہے اگر انساں کو حیوان پر کچھ امتیاز
اس میں مضمر ہے محبت اور اخوت ہی کا راز

آپ کے اپدیش نے اتنا کیا اس پر اثر
ہو گیا فرطِ ندامت سے پسینے میں وہ تر

سن کے یہ پند و نصیحت مان کر اپنی خطا
توبہ کر کے نانکِ اعظم کے قدموں پر گرا

آفریں اے درسِ ہمدردی نانک آفریں
کرلیا دو حرف میں رام ایک وحشی کے تئیں

جس کا دامن خونِ انسانی سے آلودہ رہا
جو ہمیشہ شاغلِ اعمالِ بیہودہ رہا

جس کا سفاکی و خونریزی تھا شغلِ مستقل
آپ نے بخشا اسے انسانیت کا نرم دل

باعثِ ایذا جو تھا خلقِ خدا کے واسطے
آپ نے ہمدردیِ انساں عطا کردی اسے

ہو گیا ہستی میں اک وحشی کی پیدا انقلاب
ذرۂ ناچیز تھا چمکا مثالِ آفتاب

اک اشارے میں بدل دی قلبِ وحشی کی سرشت[1]
منتقل اعمالِ صالح میں ہوئے حرکاتِ زشت

سُلطان پور کو مراجعت

چلتے چلتے اس جگہ سے پھر جبل پور آ گئے
نور بن کر اس فضائے قیرگوں[2] پر چھا گئے

---

[1] پوشیدہ [2] سیاہ تاریک

راہ میں بھوپال چندیری سے بھی کر کے گذر
جھالرہ پاٹن میں فرمایا قیامِ مختصر

خلق کو انسانیت کا وعظ فرماتے رہے
راہ پر گم گشتگانِ راہ کو لاتے رہے

اس جگہ ہے آپ کی مشہور ابتک یادگار
جس کے درشن کے لیے آتی ہے خلقت بیشمار

ہو کے رخصت جھالرہ پاٹن سے بھی آخر حضور
راہ میں کرتے ہوئے دریائے چنبل کو عبور

مختلف قصبات میں کرتے ہوئے اپنا قیام
بندگانِ حق کو پہنچاتے ہوئے حق کا پیام

چلتے چلتے ایک دن وارد ہوئے کرنال میں
مختلف درویش[1] لوگوں سے ملے کرنال میں

اس جگہ بھی آپکی قایم ہے ابتک یادگار
جو خدا کی مہربانی سے ہے ابتک استوار

شہر میں کرنال کے رکھکر قیامِ مختصر
صوبۂ پنجاب کی جانب کیا عزمِ سفر

راہ میں کرتے ہوئے دریائے ستلج کو عبور
ہمرہِ مردانہ واپس آگئے سلطانپور

ہو گیا آکر یہاں پہلے[2] سفر کا اختتام
سب سے پہلی کوششِ تخریبِ شر کا اختتام

---

[1] ان میں شاہ جلال الدین و شمس الدین دو قابلِ ذکر ہستیاں ہیں گورو صاحب اپنا اکثر وقت ان بزرگوں کے ساتھ گذارتے تھے۔
[2] گورو صاحب کا پہلا سفر دس سال کے عرصے میں ختم ہوا۔

باب سوم (۳)

گورو صاحب کا دوسرا سفر

سلطانپور سے رخصت قصور میں آمد

آج[۱] پھر ہمدردیٔ نوعِ بشر کے واسطے
منتظر تیار ہیں نانک سفر کے واسطے

مست اور سرشار ہو کر جامِ وحدت سے حضور
الوداع احباب کو کہتے ہوئے نکلے حضور

جب چلے خوفِ جدائی سے بہن رونے لگی
اور پیہم آنسوؤں سے اپنا منہ دھونے لگی

بیوی بچے اور عزیز و دوست سب بیتاب تھے
آپ کی فرقت سے مثلِ ماہیٔ بے آب تھے

۱؎ تقریباً چار مہینے سلطان پور رہ کر آپ نے سفر کی تیاری کی۔ بالا اور مردانہ دونو پھر ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے چنانچہ بیساکھ سمت ۱۵۸۶ بکرمی سلطان پور سے رخصت ہوئے۔

آپ لیکن ہو کے رخصت ان سبھی سے چل دیئے ۔۔۔ گھر سے نکلے اور نکلکر خامشی سے چل دیئے

بالا اور مردانہ دونو آپ کے ہمراہ تھے ۔۔۔ جان و دل سے جو فدائے نانکِ ذی جاہ تھے

چل دیئے آپ اور محزوں[۱] ہو گیا دلشاد گھر ۔۔۔ آپ کے جانے سے سونا ہو گیا آباد گھر

اہلِ دیہہ[۲] مغموم تھے بیچین تھے بیتاب تھے ۔۔۔ بے سکون و مضطرب تھے بے خور و بے خواب تھے

منزلِ مقصود کی جانب بڑھے چل کر حضور ۔۔۔ منزلیں کٹتی گئیں اور آ گیا شہرِ قصور

آپ نے اس شہر میں دو ایک دن رکھا قیام ۔۔۔ آ رہے تھے فیض پانے کے لئے سب خاص و عام

ایک[۳] دو دن شہر کے مسلم مشائخ سے ملے ۔۔۔ اور مل کر ہر دو جانب غنچۂ خاطر کھلے

ظلمتوں کی وادیوں میں آپ بن کر آفتاب ۔۔۔ نور سے کرتے رہے تیرہ دلوں کو فیض یاب

رات دن توحید کا کرتے رہے پرچار بھی ۔۔۔ اور پھر کچھ اس ادا سے خوش رہیں اغیار بھی

تیرہ بختوں کی اشارے میں بدل دی زندگی ۔۔۔ پرتوِ وحدت سے بھر دی روح میں تابندگی

۱؎ غمگین ۲؎ گاؤں ۳؎ آپ نے شہر قصور میں شیخ عبدالقدوس اور شیخ محمد صادق وغیرہ بزرگوں سے ملاقات کی اور معرفت الٰہی کی باتیں کرتے رہے۔

قصبہ سرسہ میں ورود

حق پرستی کا وہاں اُپدیش فرما کر حضور
شہر سے نکلے کیا دریائے ستلج کو عبور

دھرم کوٹ اور پھر بٹھنڈا[1] میں کیا آکر قیام
شہر والوں کو دیا حق و صداقت کا پیام

اس جگہ درویش عالیجاہ تھے حاجی رتن
ایک کامل مرد قبلہ گاہ تھے حاجی رتن

حاجی صاحب سے گورو صاحب یہاں آکر ملے
وہ سراپا خلق وہ شیریں زباں آکر ملے

قصبۂ سرسہ[2] میں پھر تشریف لے آئے حضور
اس فضا میں ابرِ رحمت کی طرح چھائے حضور

علاقہ بیکانیر میں اپدیش

قصبۂ سرسہ میں تھوڑے روز فرما کر قیام
ایشور کا خلق کو اپدیش دیکر صبح و شام

چل دیئے اور چل کے بیکانیر میں آئے حضور
اس جگہ بھی سالا کھوں برکتیں لائے حضور

---

[1] بٹھنڈے میں حاجی رتن ایک بہت بڑے درویش رہتے تھے چنانچہ گورو صاحب نے یہاں پہنچکر حاجی صاحب سے تبادلۂ خیالات کیا۔ [2] قصبہ سرسہ میں آپنے چار ماہ اور گیارہ روز قیام فرمایا۔

اس جگہ وارد ہوئے جب نانک عالی وقار — جین مت سے پُر تھا بیکانیر کا قرب[1] و جوار

آپ نے اِن سب کو سمجھایا بصد حسنِ بیاں — پا برہنہ ہو کے چلنا ہے سراسر رائیگاں

پا برہنہ ہو کے چلنے کا نہیں کچھ ماحصل — اس تکلف سے نکلنے کا نہیں کچھ ماحصل

پا برہنہ ہو کے چلنا ہے اگر مکتی کا نام — مکتی کے حقدار ہیں پھر جنگلی آہو[2] تمام

کاٹتے ہیں زندگی کو جو بخوف و اضطرار — دشت گردی میں بگولوں کی طرح لیل و نہار

در حقیقت ہے یہی اک شرطِ مکتی کی اگر — جنگلی آہو سے پھر درجے میں کم ٹھہرا البشر

منہ پہ کپڑا رکھ کے چلنے سے بھی کچھ ہوتا نہیں — یہ طریقہ بھی کوئی جیو کی حفاظت کا نہیں

ہے برابر جیو نباتات اور حیوانات میں — زندگی موجود ہے ہر گھانس میں ہر پات میں

آمد و شد سے نفس کی جیو کے مرنے کا سوال — ہے فقط وہم و خیال اور اک عبث وہم و خیال

آپ یہ اپدیش بیکانیر میں جب دے چکے — کر لیا عزمِ سفر پھر کوہ آبو کے لئے

جین مت والوں کا اک مشہور مندر ہے جہاں — فرطِ سیم و زر سے اک معمور مندر ہے یہاں

آپ سب باشندگانِ کوہ آبو سے ملے — اک خدا کی ذات کا پرچار کرنے کے لئے

---

[1] پڑوس - [2] ہرن

آپ نے ان سب کو سمجھایا کہ واحد ہے خدا — غیر موزوں ہے عبادت غیر کی اسکے سوا
یہ فلک یہ چاند یہ تارے یہ بحر و کوہسار — بندگی میں اسکی سب مصروف ہیں لیل و نہار
ہے جلال اس کا یہ دشت و کوہ و دریا کچھ نہیں — ہے جمال اس کا فقط یہ بزمِ دنیا کچھ نہیں
ماسوی[1] اللہ کو خدا ہرگز نہ کہنا چاہیئے — اک اسی کی بندگی میں محو رہنا چاہیئے

اجمیر شریف میں ورود

دھرم کا درسِ حقیقی ہر جگہ دیتے ہوئے — آ گئے اجمیر نانک جودھپور کی راہ سے
ہے جہاں خواجہ معین الدین چشتی کا مکاں — جس جگہ ہے معتقد خواجہ کا ہر پیر و جواں
جھونپڑا جس کو اڑھائی روز کا کہتی ہے خلق — جمع جسکے آستانے پر سدا رہتی ہے خلق
جس جگہ تقسیم کی جاتی ہے عزت فقر کی — جسکے در سے بھیک میں ملتی ہے دولت فقر کی
آپ جب تشریف لائے اس حسیں گلزار میں — نور تھے نورِ مجسم حلقۂ انوار میں
کی ملاقات آپ نے خواجہ کی سب اولاد سے — سارے چشتی آپ سے ملکر نہایت خوش ہوئے

[1] غیر اللہ

دیر تک نظمِ جہاں پر گفت گو ہوتی رہی
دیر تک کون و مکاں پر گفتگو ہوتی رہی

ہے روایت یاں ہوا تھا آپ سے اک یہ سوال
آپ کو گر ہندو مسلم کا ہے یکساں خیال

رکھتے ہیں گر آپ کل اقوام کو یکساں عزیز
ہیں برابر آپ کی نظروں میں سب انساں عزیز

ہر جگہ گر آپ طاعت کے لئے تیار ہیں
اپنے خالق کی عبادت کے لئے تیار ہیں

آپ پھر مسجد میں آ کر کیوں نہیں پڑھتے نماز
اس عبادت سے بھلا کیوں آپکو ہے احتراز

اس سوالِ چشتیاں پر آپکا یہ تھا جواب
دوستو مجھ کو عبادت سے کہاں ہے اجتناب

[1] میری مسجد ہے محبت صدق میری جانماز
ہے کہاں صدق و محبت سے مجھے کچھ احتراز

شرم سنت ہے، میری قرآن ہے کسبِ حلال[2]
میرا روزہ ہے فقط اعمالِ صالح[3] کا خیال

مانتا ہے ان کو جو پکا مسلماں ہے وہی
جو عمل کرتا ہے ان پر نیک انساں ہے وہی

---

[1] اس جگہ گوروجی نے مندرجہ ذیل شبد اچارن کیا:-

مہر مسیت صدق مصلےٰ حق حلال قرآن
شرم سنت سیل روزہ ہوہ مسلمان

کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماز
تسبیح سانس بھاوسی نانک رکھے لاج

[2] حلال کمائی [3] نیک کام۔

نیک اعمال اس کا کعبہ ہے صداقت پیر ہے ۔۔۔ نیک بندے کی نمازوں میں کہاں تاخیر ہے
اسکی صالح گفتگو تسبیح ہے اسکے لیۓ ۔۔۔ ایشور کی جستجو تسبیح ہے اس کے لیۓ

ایک مجاور کی آپ سے گفتگو

آپکی روحانیت کا دیکھ کر اوجِ کمال ۔۔۔ اک مجاور نے کیا پھر آپ سے اک سوال
اے خدا کے لاڈلے نانک بتا دیجے مجھے ۔۔۔ کوئی اس ربِّ جہاں کی جستجو کیونکر کرے
آپنے اس کو دیا اک یہ جوابِ مختصر ۔۔۔ [1]صرف پا سکتا ہے مولا کو سخاوت سے بشر
پہلے تو جس طرح ہو حاصل کرے اکلِ حلال ۔۔۔ بعد ازاں پورا کرے اپنے سوالی کا سوال
یہ سُنا تو اس مجاور نے گورو جی سے کہا ۔۔۔ روح کیسے پاک ہو ناپاک دنیا میں بھلا
دیکھتا ہوں میں کہ یہ دنیا بہت ناپاک ہے ۔۔۔ آگ ہے یہ نفسِ انسانی خس و خاشاک ہے
اس جہاں میں روحِ انساں پاک رہ سکتی نہیں ۔۔۔ ندیاں ایماں کی اس صحرا میں بہ سکتی نہیں

[1] گورو صاحب نے فرمایا ہے۔ گھال کھٹ کچھ ہتھوں دیہہ۔ نانک راہ پچھانے سے یہہ۔

ہے نتیجہ یہ کہ لغزش سے ذرا انسان کی ۔۔۔ راکھ ہو جاتی ہیں جل کر کھیتیاں ایمان کی

سن کے یہ باتیں گورو جی نے تسلی دی اسے ۔۔۔ ہر گھڑی امید رکھنے کی نصیحت کی اُسے

اس سے فرمایا کہ یہ دنیا نئی شے تو نہیں ۔۔۔ ہو ذرا ہشیار تو کچھ خوف انساں کو نہیں

ہے تعلق اس سے انساں کو ازل کے روز سے ۔۔۔ آج تک اس میں ہزاروں پارسا آئے گئے

خوف کیا ہر چند یہ وادی خطر آباد ہو ۔۔۔ پاسباں ہشیار ہو تو کھیت کیوں برباد ہو

جس طرح ہشیار رہ کر کھیت کا اک پہرہ دار ۔۔۔ کھیت کو ہونے نہیں دیتا ہے ویراں زینہار

اس طرح ہم بھی عبادت میں اگر ہشیار ہوں ۔۔۔ ایشور کی بندگی کے واسطے تیار ہوں

ہو نہیں سکتا ہے پھر ناپاک دنیا کا اثر ۔۔۔ کچھ نہیں پھر نیکیاں برباد ہو جانیکا ڈر

ہم کو اس کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیئے ۔۔۔ ہم کو سوئے ماسوا[1] مائل نہ ہونا چاہیئے

اجین میں تلقینِ حق

آپ پھر واں سے نصیر آباد لودھی پور گئے ۔۔۔ درسِ حق اس شہر کے لوگوں کو دینے کیلئے

[1] غیراللہ

جب نصیر آباد میں یہ کام پورا کر چکے — جب وہاں کی بھی فضا کو نورِ حق سے بھر چکے
تو وہاں سے بھی چلے ہوتے ہوئے احمد نگر — ہر جگہ کرتے ہوئے اپنا قیامِ مختصر
راہ میں کرتے ہوئے دریائے چنبل کو عبور — چند دن کے بعد پھر اجین آ پہنچے حضور
یہ وہی اجین ہے جو ہر جگہ مشہور ہے — جس کا شہرہ ملک میں ہر سو قریب و دور ہے
اس سے پہلے بکرماجیتی حکومت تھی جہاں — جسکے ہر ذرّے سے تھی ایک سطوتِ ماضی[1] عیاں
جس نے لیکر عقل سے اور قوتِ بازو سے کام — اپنے نامِ نیک کو تا حشر بخشا تھا دوام
ہند پر لہرایا جس کا پرچمِ جاہ و جلال — جس کے سر پر تھا ہمیشہ سایۂ فضل و کمال
آپ جب آئے یہاں تو بت پرستی عام تھی — ذی حواس و ہوش لوگوں میں بھی مستی عام تھی
بت پرستی عام تھی بیراگیوں کا زور تھا — شہر میں باطل پرستی کا نہایت شور تھا
آپ نے توحید کا اپدیش فرمایا انھیں — راستہ خلاقِ دو عالم کا دکھلایا انھیں

چند دن میں لوگ سب وحدت کے قائل ہو گئے
آپ کے دین آپ کے مذہب پہ مائل ہو گئے

---

[1] گذشتہ شان و شوکت

رام نیک وی آونڈ میں آمد

پھر ہوشنگ آباد سے ہوتے ہوئے نرسنگ پور
گونڈوانہ کے جبال و دشت کو کر کے عبور

راہ میں کرتے حسیں شہروں کے ایوانوں کی سیر
وادیوں کی کوہساروں کی بیابانوں کی سیر

دیکھتے گاتے سریلے آبشاروں کی بہار
مست دریا دم بخود جنگل سہانے سبزہ زار

یوں ہی سیر کرتے ہوئے دریا و صحرا ایک ایک
فضل مولائے جہاں سے آپ پہنچے رام نیک

واں بھی کچھ دن آپ درس و وعظ فرماتے رہے
راہ پر گم گشتگانِ راہ کو لاتے رہے

کر چکے جب دھرم چرچا تو کیا عزمِ سفر
چلدیئے یعنی وہاں سے بھی خدا کے نام پر

چلتے چلتے قصبۂ آونڈ میں وارد ہوئے
خلق کو ناپاکیوں سے پاک کرنے کیلئے

اس جگہ بھی گیان کا پرچار فرماتے رہے
معرفت کی دھن میں حق کی راگنی گاتے رہے

گیان چرچا خوب دو اک روز تک ہوتی رہی
گفتگو ساری مۓ عرفاں میں تھی بھیگی ہوئی

اس جگہ بھی کر چکے جب حجتِ حق کو تمام
اس جگہ بھی جب رہا باقی نہ کوئی اور کام

تو یہاں سے بھی سفر کے واسطے آگے بڑھے
رہبری ہائے بشر کے واسطے آگے بڑھے

تل گنجی صاحب

وادیٔ و کہسار سے پیہم گذر کرتے ہوئے
جا رہے تھے جب گورو صاحب سفر کرتے ہوئے

لب پہ حق کا نام تھا دل میں خدا کی یاد تھی
یاد تھی اور مالکِ ارض و سما کی یاد تھی

چلتے چلتے راہ میں دو چار جوگی مل گئے
دوستی کے بھیس میں عیّار جوگی مل گئے

سن چکے تھے وہ گورو صاحب کا روحانی کمال
سن چکے تھے آپ کو حاصل ہے عرفانی کمال

سن چکے تھے وہ کہ ہر شے بانٹ کر کھاتے ہیں آپ
بانٹ کر ہی کھانے کی تلقین فرماتے ہیں آپ

آپ کو دیکھا تو خدمت میں چلے آئے یہ لوگ
تل کا اک دانہ بھی بہرِ نذر لے آئے یہ لوگ

یہ سمجھ کر دیکھیں کیا اعجاز دکھلاتے ہیں آپ
ایک دانہ کس طرح سے بانٹ کر کھاتے ہیں آپ

اللہ اللہ آپ کی دانش کے قرباں جائیے
آپ کے حسنِ عمل پر کیوں نہ ایمان لائیے

گھس کے اس تل کو گورو جی نے آبِ پاک میں
جوگیوں کی نخوتِ باطل ملا دی خاک میں

گھس کے اپنے ہاتھ سے پانی میں اس تل کو حضور — بھر بھر کے دیتے رہے تھے اہلِ محفل کو حضور
ہو گئے حیران جوگی یہ طریقہ دیکھ کر — آپ کی تقسیم کا احسن سلیقہ دیکھ کر
ہے یہاں پر اک مکاں اس واقعہ کی یادگار — نام سے تل گنجی صاحب کے ہے ابتک استوار

رامیشور میں راجہ شیونابھ سے ملاقات

ایک تل سے جوگیوں کو فیض پہنچا کر حضور — وعظ فرمانے لگے رامیشور آکر حضور
ساتھ مردانے کے طے کرتے ہوئے راہِ دراز — ہو گئے اک روز سنگلادیپ میں جلوہ طراز
ان دنو شیونابھ راجہ حکمراں تھا اسجگہ — سلطنت میں جسکی ہر اک شادماں تھا اسجگہ
آپنے اک باغ میں راجہ کے فرمایا قیام — ہو چکا تھا جو خزاں کی نذر مدت سے تمام
جل چکی تھی گھاس ہر پودا تھا مرجھایا ہوا — نونہالوں پر اداسی کا سماں چھایا ہوا
باغ میں داخل ہوئے جب نانکِ عالی وقار — آگئی فوراً خزاں دیدہ گلستاں میں بہار
یہ تغیر دیکھ کر تھے باغباں حیراں تمام — نو شگفتہ پھول کی مانند تھے خنداں تمام

پھر اچانک مالیوں نے باغ میں پھرتے ہوئے
آپکو اک پیڑ کے سائے میں دیکھا دور سے

آپکے رخ پر جو دیکھا سب نے روحانی جلال
عکس افگن چہرۂ روشن پہ ربانی جلال

لگ گئی دربار میں شیونابھ راجہ کو خبر
یہ خبر سنتے ہی راجہ خود چلا آیا ادھر

آپ کی وحدانیت کا امتحاں کرنے لگا
عظمتِ روحانیت کا امتحاں کرنے لگا

گرم کر دی سامنے ایک محفلِ رقص و سرود
چاہتا تھا آپ بھی مائل ہوں رقص و سرود[1]

سامنے نظروں کے تھیں پریاں قطار اندر قطار
ایک طغیانی میں تھی گویا بہار اندر بہار

نیم عریاں نازنینیں عارضِ رنگین جمال
ہر تبسم معجزہ تھا ہر نظر سحرِ حلال

اس طرح کچھ نیم عریانی میں تھیں گیسو بدوش
ہر نظر دیتی تھی پیغامِ وداعِ عقل و ہوش

آپکو لیکن توجہ ہی ادھر ہوتی نہ تھی
دل کو رقصِ نازنیناں کی خبر ہوتی نہ تھی

سوئے یزداں تھیں نگاہیں سوئے یزداں قلبِ پاک
محوِ جاناں تھیں نگاہیں محوِ عرفاں قلبِ پاک

جنتِ شدّاد پر ان کی نظر پڑتی نہ تھی
آنکھ ان کی جانبِ بیوا در پڑتی نہ تھی

سو طرح راجہ نے آکر آزمایا آپ کو
ہر طرح کامل مگر تقوے میں پایا آپ کو

---

[1] ناچ گانا

جھک گیا نانک کے قدموں پہ عقیدت ہو گئی
آپ سے اک غیر معمولی محبت ہو گئی

سیر پوری آپ سنگلدیپ کی جب کر چکے
ہو گئے تیار اک دن واپسی کے واسطے

واپسی پر کچھ توقف کر کے مالا بار میں
کامیابی یاں بھی حاصل کی بہت پرچار میں

پھر وہاں سے چل کے جونا گڈھ میں فرمایا قیام
جس جگہ رہتے تھے داتا گنج بخش عالی مقام

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
جو غریبوں کے ممد[۱] تھے کاملوں کا آسرا

تھے یہاں نواب صاحب اک بڑے درویش دوست
اک مجسم خلق سرتاپا محبت کیش دوست

دیکھ کر یہ آپ کے اقوال میں عرفاں کا رنگ
رہ گئے فرطِ تعجب سے وہ حیراں اور دنگ

کفشِ اقدس لے لئے نانک سے بہرِ یادگار
جنکی اپنے دل میں کرتے تھے وہ عزت بیشمار

ملتان میں آمد

جونا گڈھ سے نانکِ اعظم سفر کرتے ہوئے
قریہ جات و کوہ و صحرا سے گذر کرتے ہوئے

مژدۂ توحید لے کر آ گئے ملتان میں
جب بکثرت اور بھی درویش تھے ملتان میں

۱؎ مددگار

یوں تو سارے عالم و فاضل تھے اپنے رنگ میں — چند مردِ حق بہت کامل تھے اپنے رنگ میں

نام نانک کا بھی عرفاں میں بہت مشہور تھا — آپ کا شہرہ بھی ہر جانب قریب و دور تھا

آپ بھی مشہور تھے روحانیت کے آفتاب — کر رہے تھے رات دن خلقِ خدا کو فیضیاب

جب فقیروں نے سنا ہے آپ یاں آئے ہوئے — بہرِ ملتان بھی پیامِ حق ہیں کچھ لائے ہوئے

سب نے مل کر دُودھ کا اک جام بھیجا آپ کو — جام کیا تھا اصل میں پیغام بھیجا آپ کو

جس طرح یہ جام تازہ دودھ سے لبریز ہے — کاملوں سے پُر یونہی یہ شہرِ کامل خیز ہے

اور درویشوں کی گنجائش نہیں اس شہر میں — اور حق کیشوں کی گنجائش نہیں اس شہر میں

اب اضافے کی ذرا بھی اس میں گنجائش نہیں — اب اضافہ شہر میں کچھ وجہِ آسائش نہیں

آپ کا لیکن جوابِ مختصر دیکھے کوئی — اللہ اللہ وسعتِ قلب و نظر دیکھے کوئی

آپ نے اس دودھ میں تھوڑے بتاشے ڈال کر — اس پیالے میں ہی یکجا کر دیئے شیر و شکر

ایک تازہ پھول سطحِ شیر پر تیرا دیا — کر دیا پھر جام واپس جس سے یہ مقصود تھا

بیضرر جیسے لبالب جام پر یہ پھول ہے، — شیر میں جس حسن و خوبی سے شکر محلول ہے

عین اسی صورت سے ہم مل کر رہینگے اسجگہ — باہمی الفت سے ہم مل کر رہیں گے اسجگہ

یہ اضافہ شادمانی اور مسرت لائے گا — اہلِ عرفاں میں یہ پیغامِ محبت لائیگا

نانکِ اعظم سے پاکر یہ فراست زا جواب — شہر والوں کو ہوئی حاصل مسرت بے حساب

آئے استقبال کو حضرتِ بہاؤالحق شاہ — تھے یہاں درویش جو عالی نظر عالی نگاہ

ہوگئے مسرور سن کر آپکا شیریں کلام — گفتگو کیا تھی گرو جی کی مئے وحدت کا جام

تلمبہ میں پرچار، شیخ سجن کو اپدیش

اُسجگہ سے چل کے پھر پہنچے تلمبے میں حضور — دل میں نشہ بادۂ عرفاں کا آنکھوں میں سرور

اہلِ عالم کی جہالت دور فرماتے ہوئے — ظلمتوں کو نور سے معمور فرماتے ہوئے

اسجگہ بھی لے کے پیغامِ خدا آئے حضور — ساتھ قصبے میں ہزاروں برکتیں لائے حضور

اُن دنوں اک شیخ سجن ٹھگ بھی رہتا تھا یہاں — راویوں نے جس کی بابت یوں لکھی ہے داستاں

مکر کی اس نے بنا اندر بنا رکھی تھی واں — ایک مندر اور اک مسجد بنا رکھی تھی واں

تاک میں اس بات کی رہتا تھا وہ شام و سحر — آنکلتا تھا مسافر کوئی قصبے میں اگر

ساتھ لے آتا وہ اپنے خیر خواہ بن کر اسے — لا کے ٹھہراتا بہت آرام سے دن بھر اسے

لا کے ہندو کو اسی مندر میں ٹھہراتا تھا وہ — اور مسلماں کو اسی مسجد میں پہنچاتا تھا وہ

پیار سے رکھتا تھا اسکو میہمانوں کی طرح — سارے دن کرتا تھا خدمت میزبانوں کی طرح

رات کو لیکن مسافر تھک کے سو جاتا تھا جب — سارا عالم خواب کے عالم میں کھو جاتا تھا جب

لوٹ لیتا تھا اسے یہ وقتِ غفلت ناسعید — تھی ہمیشہ کامیاب اس کی یہ حرکت ناسعید

اور مسافر خواب سے بیدار ہو جاتا اگر — قتل کر دیتا تھا وہ فوراً اسے پیشِ سحر

آپ جب آئے یہاں تو آپ کے پرچار سے — معتقد قصبے کے اکثر لوگ آکر ہو گئے

آپکی خدمت میں جب آتے تھے مردانے کو لوگ — اپنا نذرانہ بھی دے جاتے تھے مردانے کو لوگ

یہ زرِ نذرانہ سب تقسیم کر دیتے تھے آپ — مفلسوں کا دامنِ امید بھر دیتے تھے آپ

آپکی دریا دلی کا دیکھ کر سجن نے حال — پست فطرت ذہنِ ناقص سے کیا دل میں خیال

آپکے قبضے میں کوئی گنجِ پنہاں ہے ضرور — مال و دولت کا کوئی انبوہِ ذیشاں ہے ضرور

اس خزانے کی ہیں زینت لعل و گوہر بیشمار
اور مردانہ ہے اس گنجِ نہاں کا رازدار

سوچ کر یہ ایک دن اسکو بلا کر لے گیا
دامِ مکر و کید میں اس کو پھنسا کر لے گیا

گھر پہنچ کر اس کی مشکیں باندھلیں عیار نے
پوچھنا چاہا خزانے کا پتہ مکار نے

تھا سوال اسکا کہ نانک کا خزانہ ہے کہاں
خیر چاہو تو بتا دو تم مجھے اس کا نشاں

اس طرف نانک کے دل پر ہو گیا ظاہر یہ حال
ہو گئی روشن گورو جی پر یہ ساری قیل و قال

عین اُسی دم جبکہ سجن غیظ کی حالت میں تھا
پوچھتا تھا بار بار اس سے خزانے کا پتا

ایشور سے پا کے اس گھر کا نشاں پہنچے حضور
بھائی بالا کی معیت میں وہاں پہنچے حضور

دیکھ کر سجن کو ایک اپدیش فرمانے لگے
راہ سے تھا دور اسکو راہ پر لانے لگے

اس سے فرمایا یہ کیسا کام کرتے ہو سجن
اپنے نامِ نیک کو بدنام کرتے ہو سجن

بھولی بھالی شکل ہو اور پیارا پیارا نام ہو
حیف ہے اس پر بھی خونخواری تمہارا کام ہو

سُن! اسجن وہ ہے کہ جو مشکل میں کام آتا رہے
زندگی کی ہر کڑی منزل میں کام آتا رہے

دیکھ کر کانسی کو گو مسرور ہوتی ہے نگاہ
ہاتھ سے اسکو ملیں تو ہاتھ ہو جاتے سیاہ

دھوکا کھا جاتے ہیں طوطی دیکھ کر سینبھل کے پھول[۱] ظاہری صورت پہ مٹ کر جاتے ہیں باطن کو بھول

گرچہ بگلا ظاہری صورت میں خوش پوشاک ہے لیکن آبی جیو کھانے میں بہت بیباک ہے

پاپ کی گٹھڑی ہے اور اندھے کے سر پر بار ہے دور ہے منزل قدم اٹھنا مگر دشوار ہے

اک قدم اٹھنا بھی ہے دشوار آنکھوں کے بغیر آہ بیڑا کس طرح ہو پار آنکھوں کے بغیر

اس جگہ چالاکیاں کچھ کام آسکتی نہیں یہ تجھے پاداش سے ہرگز بچا سکتی نہیں

ان کا کچھ اچھا نہیں انجام او بھولے ہوئے دیکھ اب بھی لے خدا کا نام او بھولے ہوئے

شیخ سجن آپ کی تقریر سے تھرا گیا سوچ کر اپنے مآلِ تلخ کو گھبرا گیا

۱؎ گورو صاحب نے اس موقعہ پر مندرجہ ذیل شبد اچارن کیا:۔

اجل کہیاں چلکنا گھوٹم کالڑی مس دھوتیاں جوٹھ نہ اترے جے سو دھواں تس

سجن سے ہی نال میں چلدیاں نال چلن جتھے لیکھا منگئے تتھے کھڑے دسن

بگا بگے کپڑے تیرتھ منجھ وسن گھٹ گھٹ جیاں کھاونیں بگے نہ کہن

سمل رکھ سریر میں سجن دیکھ بھلن سے پھل کم نہ آونیں تے گن میں تن ہن

اندھلے بھارا اٹھایا ڈونگر واٹ بہت انکھیں لوڑیں نہ لہاں ہوں چڑھ لنگاں کت

چاکریاں چنگیائیاں اور سیانپ کت نانک نام سنبھال تو بدھا چھٹیں جت

اس کو پاداشِ گنہ کا تھا تصوّر ہولناک
دیکھتا تھا دامنِ امید اپنا چاک چاک

اپنے خوں آلود پنجے اپنا یہ سفاک دل
اپنی ہیبتناک آنکھیں اپنا یہ بیباک دل

خونِ انسانی میں سب لتھڑے ہوئے پاتا تھا وہ
جب تصوّر ان کا آتا تھا لرز جاتا تھا وہ

ہو رہا تھا منفعل اپنی نظر کے سامنے
جذبۂ ہمدردیٔ نوعِ بشر کے سامنے

پھر رہے تھے اسکی آنکھوں میں وہ سب اسکے شکار
اسکے ہاتھوں جو لٹا بیٹھے تھے ہستی کی بہار

کچھ بھی وہ لیکن بجز اقرار کر سکتا نہ تھا
شیخ سجن جرم کا انکار کر سکتا نہ تھا

سامنے نانک کے کر کے جرم کا اقرار وہ
اپنی ان خونخواریوں سے کر کے استغفار وہ

جھک گیا وہ سامنے نانک کے شرماتا ہوا
کانپتا ڈرتا لرزتا اور تھرّاتا ہوا

سلطان پور کو مراجعت

زندگی کا راز جب سمجھا چکے سجن کو آپ
راستی کی راہ جب دکھلا چکے سجن کو آپ

چل دیئے واں سے بھی اور سلطانپور کی راہ لی
تھے جہاں دیوان جے رام اور بی بی نانکی

کچھ دنوں تک پاس ہمشیرہ کے فرمایا قیام
فیض پہنچاتے رہے خلقِ خدا کو صبح و شام

آگے پھر کرتار پور قصبہ بسایا آپ نے
اور وطن اس قصبے کو اپنا بنایا آپ نے

گوردوارہ اس جگہ اک آپ کی ہے یادگار
لوگ آتے ہیں یہاں بھی یاترا کو بیشمار

اس جگہ بھی نذرِ دل لاتے ہوئے آتے ہیں لوگ
ایشور کا نام دہراتے ہوئے آتے ہیں لوگ

باب (۴) چہارم

گورو صاحب کا تیسرا سفر

جوالا مکھی و ہردوار میں اُپدیش

آپ نے کچھ دن وطن میں اپنے فرما کر قیام — ایک دن کر ہی لیا اپنے سفر کا انتظام

اپنے قصبے سے چلے چل کر کئی سو میل دور — لیکے مردانے کو اب جوالا مکھی پہنچے حضور

اس جگہ اک آپ نے آتش فشاں دیکھا پہاڑ — مظہر قہر خدائے دو جہاں دیکھا پہاڑ

راستی کی خلق کو تلقین فرماتے ہوئے — راہ پر گم گشتگانِ راہ کو لاتے ہوئے

اس جگہ سے چل کے اور طے کر کے اکثر کوہسار — آ گئے فضلِ خدا کی رہبری سے ہردوار

میلہ لگتا ہے یہاں اکبار بارہ سال میں — بنتا ہے یہ رشکِ صد گلزار بارہ سال میں

ملک میں ہر سو ہوا کرتی ہے اس میلے کی دھوم | سادھوؤں سنتوں کا ہوتا ہے یہاں کافی ہجوم
آپ عین اسوقت پر تشریف لائے ہردوار | اسجگہ جب جمع خلقت ہو رہی تھی بیشمار
تاکہ ان بھٹکے ہوئے بندوں کو لائیں راہ پر | راہ سے ہیں دور جو ان کو لگائیں راہ پر
تاکہ ان لوگوں کو ست کرتار کا اپدیش دیں | باہمی الفت محبت پیار کا اپدیش دیں

پانی اچھالنے کا دلچسپ واقعہ

آپ جب پہنچے یہاں تو ماجرا دیکھا عجیب | اک طرف بہتے ہوئے پانی میں ساحل کے قریب
نیم عریاں لوگ کچھ اشنان میں مصروف تھے | آبِ دریا میں جو ازپا تا کمر ملفوف تھے
چھینٹے پانی کے سوئے خورشید اڑاتے تھے تمام | دھیمے دھیمے زیرِ لب کچھ گنگناتے تھے تمام
گویا اپنے ان بزرگوں کو وہ پہنچاتے تھے آب | جنکو دھوکا دے چکا تھا زندگانی کا سراب
لے گیا تھا تا عدم جن کو سرابِ زندگی | دیکھتے تھے چھپ کے جو تعبیرِ خوابِ زندگی
وہ سمجھتے تھے کہ ان چھینٹوں کے آبِ پاک سے | دور ہو جاتی ہے تلخی قلبِ آتشناک سے

ہوگئے حیراں گورو صاحب یہ صورت دیکھکر
دکھ ہوا بھولے ہوئے انساں کی حالت دیکھکر

ہاں مگر پہلو میں رکھتے تھے دلِ فطرت شناس
آگئے آہستہ آہستہ وہیں ساحل کے پاس

حق پرستی کا انہیں اپدیش دینے کے لیئے
آپ نے بھی خود لباس اپنا اتارا جسم سے

ہوگئے جاکر کھڑے پانی میں انکے درمیاں
پھینکتے تھے لوگ سورج کی طرف پانی جہاں

پشت کرکے اس جگہ خورشید کی جانب حضور
دوسرے رُخ پر لگے چھینٹے اڑانے دُور دُور

جس طرف تھی پشت ان لوگوں کی رُخ کرکے ادھر
پھینکتے جاتے تھے پانی آپ بے خوف و خطر

دیکھکر یوں آپ کو اُلٹا عمل کرتے ہوئے
جمع ہوکر لوگ پرسش آپ سے کرنے لگے

کیوں مخالف سمت کو چھینٹے اڑاتے ہیں حضور
اس طرح سے فائدہ کیا اسمیں پاتے ہیں حضور

آپ نے سنجیدگی سے یوں دیا اس کا جواب
آپ ہی پہلے ذرا مجھ کو یہ سمجھائیں جناب

آپ پانی پھینکتے ہیں جانبِ خورشید کیوں
کر رہے ہیں آپ ایسی رسم کی تقلید کیوں

آپ کا مقصد ادھر چھینٹے اڑانے سے ہے کیا
مدعا خورشید کو پانی دکھانے سے ہے کیا

ہنس کے بولے لوگ سادہ کسقدر بنتے ہیں آپ
واقعی ہیں بے خبر یا بے خبر بنتے ہیں آپ

اِسلئے چھینٹے اڑاتے ہیں ہم آبِ پاک کے — تاکہ ہو تسکین کا ساماں بزرگوں کے لیئے

ان بزرگوں کے لیئے جو چل دیئے سوئے عدم — جن کو ہستی سے بہا کر لیگئی جوئے[لہ] عدم

آپنے پوچھا عدم کتنا یہانسے دُور ہے — کسقدر یہ ساحِلِ بحرِ جہاں سے دُور ہے

لوگ بولے ہے کروڑوں میل کو دیکھا نہیں — دُور اتنا ہے کہ اندازے میں آسکتا نہیں

آپنے پھر سادگی کیساتھ لوگوں سے کہا — میں بھی اپنے خشک کھیتوں کو تھا پانی دے رہا

قصبۂ کرتارپور میں میرے لہراتے تھے کھیت — آگیا تھا میں ادھر اور سوکھتے جاتے تھے کھیت

پانی ملجائیگا اور سیراب ہو جائیں گے وہ — از سرِ نو سبز اور شاداب ہو جائیں گے وہ

اُنکی اس گفتگو کو سُن کے لوگوں نے کہا — آپ تو دانا نظر آتے ہیں یہ کیا کہہ دیا

کھیت ان چھینٹوں سے یوں سیراب ہونگے کسطرح — اس جتن سے سبز اور شاداب ہوں گے کس طرح

آپکے گاؤں تلک کیونکر پہنچ جائے گا آب — کِسطرح کھیتوں کو خود سیراب کر آئیگا آب

کھیت وہ جو اس جگہ سے ہیں کئی سو میل دُور — آپنے تو یہ عبث تکلیف فرمائی حضور

سُن کے یہ باتیں گورو جی نے متانت سے کہا — آپ سچ کہتے ہیں لیکن عرض سُن لیجے ذرا

لہ عدم کی نہر مراد موت

گریہ پانی میرے گاؤں تک بھی جا سکتا نہیں
تشنگی اہلِ عدم کی بھی بجھا سکتا نہیں

جا نہیں سکتا ہے پانی میرے کھیتوں تک اگر
طے کریگا وہ عدم کا کس طرح لمبا سفر

وہم باطل ہے فقط یہ وہم باطل چھوڑ دو
ان بُری رسموں کی زنجیریں خدارا توڑ دو

ہو گئے یہ بات سُن کر لوگ سارے لاجواب
آپ نے سر کا دیا روئے حقیقت سے نقاب

کیرت پور میں ڈھن شاہ سے مُلاقات

اس جگہ سے ہو کے کُلّو کانگڑہ منڈی سکیت
چلتے چلتے آئے کیرت پور مردانے سمیت

تھے بہت مشہور کیرت پور میں ڈھن شاہ فقیر
ایک سالک مرد اک گوشہ نشیں روشن ضمیر

روز و شب یادِ الٰہی میں بسر کرتے تھے وہ
بکریوں کے دودھ پر اپنی گذر کرتے تھے وہ

تارک الدنیا تھے دنیا سے کوئی مطلب نہ تھا
عاشقِ مولا تھے دنیا سے کوئی مطلب نہ تھا

نانکِ اعظم سے وہ مل کر نہایت خوش ہوئے
اور گورو صاحب بھی حضرت سے بغایت خوش ہوئے

دودھ اک مٹکی میں بھر لائے تواضع کے لیئے
چیز جو حاضر تھی لے آئے تواضع کے لیئے

عرض کی یہ دودھ ہے گر نوش فرمائیں حضور — نوش فرما کر ذرا کچھ دیر سو جائیں حضور

کچھ ذرا آرام فرمالیں تھکے ہارے ہیں آپ — پیاس کے پیدل سفر کے ضعف کے مارے ہیں آپ

آپ فرمانے لگے کچھ دودھ کی حاجت نہیں — اس جگہ آرام کرنے کی ہمیں فرصت نہیں

آپ یہ مٹکی امانت جان کر رکھ لیجئے — یہ ہماری التجا ہے مان کر رکھ لیجئے

ایشور لایا تو پھر اک دن یہاں آئیں گے ہم — اور آئیں گے تو یہ مٹکی بھی لے جائیں گے ہم

دفن کردی شاہ صاحب نے وہ مٹکی خاک میں — کوئی بیجا وسوسہ آیا نہ قلب پاک میں

ہے روایت جب کہ ہرگوبند جی کا دور تھا — سیر کے دوران میں یاں سے گذر اُن کا ہوا

اس جگہ پہنچے تو بدھن شاہ سے آکر ملے — اس فدائے حق ولی اللہ سے آکر ملے

آکے ان سے دودھ کی مٹکی طلب کرنے لگے — جو گورو جی کی امانت تھی طلب کرنے لگے

نارضامندی سے لیکن شاہ صاحب نے کہا — یہ کسی کو مل نہیں سکتی ہے نانک کے سوا

یہ امانت ہے گورو جی کی وہ خود لیجائیں گے — انکا وعدہ ہے کہ وہ اک دن یہاں پھر آئیں گے

بالتواتر[1] آپ نے ہر چند یہ ان سے کہا — میں گورو نانک کی گدی پر ہوں اب بیٹھا ہوا

---

[1] متواتر کئی دفعہ

فیض پہنچا ہے گورو نانک کی گدّی سے مجھے ۔۔۔ آپ بیشک دودھ کی مٹکی مجھے دے دیجیے
شاہ صاحب نے مگر اسوقت تک مٹکی نہ دی ۔۔۔ جب تلک انمیں گوروجی کی نہ صورت دیکھ لی

ماہی سر میں چشمہ نکالنا

ہو کے رخصت الغرض اکروز بڈھن شاہ سے ۔۔۔ راہ میں کوہِ سپاٹو سے سفر کرتے ہوئے
کر رہے تھے سیر قدرت کے مناظر کی حضور ۔۔۔ دلمیں تھا کیفِ جمالِ دوست اور آنکھوں میں نور
چلتے چلتے راہ میں اک آگیا ایسا مقام ۔۔۔ جس جگہ فطرت کی دیوی تھی سدا محوِ خرام
ذرّہ ذرّہ کوہ کا تھا درس گاہِ اہلِ دل ۔۔۔ آنکھ والوں کے لئے اک جائے عبرت مستقل
کوہساروں کی بلندی تھی فلک سے ہم کنار ۔۔۔ چوٹیاں تھیں رفعتِ بامِ فلک کی رازدار
گرچہ یہ وادی حسیں تھی قابلِ تعریف تھی ۔۔۔ پر یہاں لوگوں کو پانی کی بہت تکلیف تھی
آب کی قلت سے یہ وادی سراب آباد تھی ۔۔۔ آپ سے اک شخص ماہی نام نے فریاد کی
عرض کی اسنے کرامت اک دکھا دیجے یہاں ۔۔۔ ایک شیریں آب کا چشمہ بہا دیجے یہاں

ہاتھ سے اپنے جو اک پتھر ہٹایا آپ نے
رفعتِ[۱] کہسار سے چشمہ بہایا آپ نے

سنگ سرکایا تو پانی کا خزانہ مل گیا
معجزے کا شانِ قدرت کو بہانہ مل گیا

اس جگہ کا نام ہی اب با ہی مشہور ہے
رہنے والوں میں یہاں کے اب بھی یہ دستور ہے

بانٹتے ہیں یادِ نانک میں سدا پرشاد وہ
جسکی برکت سے ہیں ہر دم شاد وہ آباد وہ

سمیر پربت میں سدھوں سے چرچا

پھرتے پھرتے راستے میں آ گیا پربت سمیر
جوگیوں سے ہر طرف معمور تھا پربت سمیر

سدھ جوگی تھے یہ گورکھ ناتھ کے پیرو تمام
جوگ کرتے تھے پہاڑوں میں تنہا صبح و شام

اس جگہ تھے جوگی گوپی چند السر ناتھ بھی
اس جگہ پر تھے لوہاری پا مچھندر ناتھ بھی

ان سے ملکر گیان چرچا ہر گھڑی کرتے تھے آپ
انکو سچے جوگ کی تلقین بھی کرتے تھے آپ

آپ کہتے تھے کہ یہ رسم و رواج اچھے نہیں
اس طرح تم منزلِ مقصود پا سکتے نہیں

مندرے سنتوکھ کے ہوں شرم کی کشکول ہو
راکھ خاکی جسم پر ہر شبد ہو ہر بول ہو

[۱] بلندی

پاس ہو جھولی حیا کی اور عصا ایمان کا　　رات دن اک مشغلہ ہو ایشور کے دھیان کا

نفسِ[1] امّارہ پہ قابو ہو اگر انسان کو　　اسکی فطرت بے نیازِ دو جہاں پھر کیوں نہ ہو

کیجیے خمِ ایشور کے سامنے اپنی جبیں　　ابتدا جسکی نہیں اور انتہا جسکی نہیں

نام سمرن کیجیے سمرن ہی سچا جوگ ہے　　ورنہ یہ ہٹھ جوگ تو اک زندگی کا روگ ہے

سچ کھنڈ میں حاضری

چلتے چلتے آپ پھر پربت سے بھی آگے بڑھے　　اور ہفت افلاک کی رفعت سے بھی آگے بڑھے

ایشور کے روبرو پھر سچ کھنڈ آئے حضور　　نور کی وادی تھی، دلمیں نور تھا، آنکھوں میں نور

آپ کے دل میں تصور تھا خدا کے نور کا　　دل کی وادی میں نظر آتا تھا منظر طور کا

بیخودی میں نور کے دھارے نظر آنے لگے　　شانِ یکتائی کے جلوے رقص فرمانے لگے

ایشور کی[2] آپ پھر حمد و ثنا کرنے لگے　　خالقِ عالم سے عرضِ مدعا کرنے لگے

---

[2] گورو صاحب نے مندرجہ ذیل شبد اچارن کیا:-

سو در تیرا کیہا سو گھر کیہا جت بہہ سرب سمائے۔

---

[1] دنیاوی خواہشوں کی طرف راغب کرنے والا نفس

تیرے در کی اے خدا تعریف ہو سکتی نہیں / تیرے گھر کی اے خدا تعریف ہو سکتی نہیں

ابتدا[1] خود تو ہے تیری ابتدا کوئی نہیں / انتہا[2] خود تو ہے تیری انتہا کوئی نہیں لے

ذہنِ انسانی یہاں پرواز کر سکتا نہیں / کوئی دعوائے وقوفِ[3] راز کر سکتا نہیں

طائرِ[4] وہم و گماں سے تیری منزل ہے بلند / اس زمیں اس آسماں سے تیری منزل ہے بلند

گورکھ متا میں جوگیوں سے چرچا

ہو کے پھر اللہ کے دربار سے رخصت حضور / پاس نینی تال کے اترے بصد عظمت حضور

خارزاروں جنگلوں سے پُر یہ کوہستان تھا / اور اس میں جوگیوں کا اک بڑا استھان تھا

اس جگہ کو ان دنوں گورکھ متا کہتے تھے لوگ / اس جگہ سے خوف کھاتے کانپتے رہتے تھے لوگ

تھا یہ ہیبتناک جنگل پُرخطر تھا یہ مقام / جوگیوں کی شعبدہ گاہِ نظر تھا یہ مقام

آپ آئے ان کا جادو توڑنے کے واسطے / دل کا رشتہ ایشور سے جوڑنے کے واسطے

جوگیوں نے شعبدے اپنے دکھائے بے شمار / اور جادو کے کرشمے بھی ہزار اندر ہزار

---

[1] آغاز [2] بالکل آخیر۔ [3] راز کو سمجھنا [4] پرندہ

شعبدہ بازی گورو صاحب کو دکھلاتے رہے
آسماں سے آگ بھی پانی بھی برساتے رہے

آندھیاں لائے گورو جی کو ڈرانے کیلئے
مشعلِ توحید پھونکوں سے بجھانے کے لئے

معرکہ حق سے مگر ان کو یہ مشکل ہی رہا
جوگیوں کا سحر باطل تھا وہ باطل ہی رہا

الغرض کھانے لگے جسوقت پے در پے شکست
ہو گئے سب حوصلے ان شعبدہ بازوں کے پست

شعبدہ بازی حقیقت کیطرف آنے لگی
ارضِ باطل پہ صداقت کی ضیاء چھانے لگی

نانکِ اعظم نے توڑا جوگیوں کا سب غرور
جگمگا اٹھی اندھیری رات میں قندیلِ نور

پڑ گیا گورکھ متا کا نام پھر نانک متا
ہو گیا مشہورِ خاص و عام پھر نانک متا

ریٹھے کا پرسنگ

توڑ کر نانک متا میں جوگیوں کا سب غرور
چلتے چلتے اک گھنے جنگل میں جا پہنچے حضور

راستے میں اک جگہ پر ایشور کا لے کے نام
آپ نے سائے میں ایک ریٹھے کے فرمایا قیام

دشت کی آغوش میں خاموشیوں کے ساز تھے
دشت کی پہنائیوں میں خلوتوں کے راز تھے

لہ روشنی

دور آبادی تھی جنگل کی فضا خاموش تھی — دم بخود اشجار[1] تھے نبضِ ہوا خاموش تھی

جھک رہی تھیں ہر شجر کی ٹہنیاں سوئے زمیں — دیکھتی تھیں خامشی سے پتیاں روئے زمیں

جا رہے تھے چند جوگی بھی سفر کرتے ہوئے — عین اسی رستے سے جنگل کے گذر کرتے ہوئے

آپ کو اس پیڑ کے سائے میں پا کر رک گئے — اور خدمت میں گورو صاحب کی آ کر جھک گئے

آپ ان کو زندگی کا راز سمجھانے لگے — حق پرستی کا انہیں اپدیش فرمانے لگے

گفتگو ہوتی رہی اور دیر تک ہوتی رہی — جوگیوں نے ناگہاں[2] کچھ بھوک سی محسوس کی

عرض کی نانک سے کچھ کھانا کھلا دیجئے حضور — بھوک کی آتش کسی شے سے بجھا دیجے حضور

آپ کے پاس اس گھنے جنگل میں کیا موجود تھا — کچھ نہ تھا اس وقت البتہ خدا موجود تھا

آپ نے سوئے فلک دیکھا دعا کرتے ہوئے — کارسازِ دو جہاں سے التجا کرتے ہوئے

پیڑ پر ریٹھے کے گچھے جابجا آئے نظر — ڈالیوں کے درمیاں بے انتہا آئے نظر

حکم مردانے کو فرمایا کہ ریٹھے توڑ لو — ہے یہی جنگل کا تحفہ چند گچھے توڑ لو

جوگیوں کو پھل یہ کھانے کیلئے حاضر کرو — بھوک کی شدت مٹانے کیلئے حاضر کرو

---

[1] جمع شجر درخت [2] اچانک

حکم مردانہ بجا لایا مگر حیران تھا — توڑ کر گچھے اٹھا لایا مگر حیران تھا

سوچتا تھا چیز کیا کھانیکو دیتے ہیں حضور — چیز کیسی دل کے بہلانے کو دیتے ہیں حضور

اِسطرف جوگی بھی حیراں تھے کہ کیا دیتے ہیں آپ — اپنے مہمانوں کو یہ اچھی غذا دیتے ہیں آپ

ہے بظاہر پیکرِ صدق و شرافت یہ فقیر — ہے بباطن صاحبِ شانِ کرامت یہ فقیر

ہو نہیں سکتا کہ یہ ہم سے تمسخر کر سکے — ہو نہیں سکتا بری شے یہ ہمیں کھانیکو دے

الغرض ریٹھوں کو کھایا کھا کے حیراں رہ گئے — ذائقے میں اک تغیّر[1] پا کے حیراں رہ گئے

تھا نہ ان ریٹھوں میں باقی کوئی ترشی کا اثر — کر گیا شیریں انہیں نانک کا اعجازِ نظر

یہ درخت اب تک مع برگ و ثمر موجود ہے — نانکِ اعظم کا اعجازِ نظر موجود ہے

نیپال میں آمد، شہر کھٹمنڈو اور سکم میں اپدیش

اس جگہ سے مانسرور جھیل کو ہوتے ہوئے — اور دلوں کو معرفت کے آب سے دھوتے ہوئے

کوہ دھولاگیر سے کرتے ہوئے یہ ہم گذر — ظلمت و تنویر[2] سے رکھتے ہوئے جاری سفر

---

[1] تبدیلی [2] تاریکی اور روشنی

وادیوں اور کوہساروں سے سفر کرتے ہوئے
راہ میں نظارۂ ہائے خیر و شر[1] کرتے ہوئے

شہر کھٹمنڈو میں پہنچے اور فرمایا قیام
شہر کھٹمنڈو کو دینے کے لئے حق کا پیام

واں پہنچ کر آپ درس و وعظ فرمانے لگے
سرد دل لوگوں کو سوزِ حق سے گرمانے لگے

ہو رہی تھی جمع خلقت فیض پانے کیلئے
فیض سے سوتی ہوئی قسمت جگانے کیلئے

جس جگہ اس شہر میں اترے تھے نانک ذی وقار
ایک مندر اس جگہ پر آپ کی ہے یادگار

جسکی سیوا اک اداسی سادھو کرتا ہے مدام
میہمانوں کے ٹھہرنے کا ہے کافی انتظام

اِسجگہ پر ہو گئے جب معتقد کثرت سے لوگ
فائدہ جب پا چکے یاں آپ کی برکت سے لوگ

آپ سِکم آگئے پھر وعظ فرماتے ہوئے
ظلمتوں کی وادیوں میں نور برساتے ہوئے

دارجیلنگ کے پہاڑوں سے گذر کر پھر حضور
قلبِ روشن میں فروزاں کر کے شمعِ برقِ طور

چلتے چلتے راہ کے ہر کوہ اور میدان میں
جلوہ فرما آپ کر ہو گئے سوڈہان میں

واں پہنچ کر بھی پیامِ معرفت دینے لگے
لوگ نانک سے صداقت کا سبق لینے لگے

آپ کی خدمت میں اک سادھو یہاں حاضر ہوا
عِلم و عرفاں میں برائے امتحاں حاضر ہوا

---

[1] نیکی اور بدی

آپ کے اپدیش کو سُنکر وہ قایل ہو گیا — آپ کی رُوحانیت پر دل سے مایل ہو گیا

پاٹ کرنیکے لیئے نانک کی بانی کا مدام — پاس اپنے کر کے اس کا ترجمہ رکھا تمام

اِس علاقے میں جہاں بھی آپ نے رکھا قدم — بن گئی وہ سرزمیں سب کی نظر میں محترم

نام ہے مشہور اِن میں اب بھی نانک پیر کا — قلب اُن کا آئینہ ہے آپ کی تصویر کا

کشمیر میں پنڈت سرجوداس سے چرچا

پھر وہاں سے آپ چلکر آ گئے کشمیر میں — اور سرجوداس پنڈت سے ملے کشمیر میں

بحث سی کرنے لگا مل کر یہ پنڈت آپ سے — امتحاناً پوچھ کر طرزِ عبادت آپ سے

اپنے علم و آگہی[1] پر ناز تھا بیشک اسے — ناز تھا اور نازِ بے انداز تھا بیشک اسے

ساتھ اسکے اک کتابوں کا بڑا انبار تھا — سامنے نانک کے یہ ساماں مگر بیکار تھا

آپ نرمی سے اسے اپدیش فرمانے لگے — اسکے دل کو آتشِ وحدت سے گرمانے لگے

اس سے فرمایا کہ علمِ بے عمل بیکار ہے — اس طرح مکتی بہت مشکل بہت دشوار ہے

---

[1] واقفیت

ایشور بھگتی سے شمعِ زندگی حاصل کرو — دل کا رشتہ مالکِ کونین سے واصل[1] کرو
علم کی تقدیس[2] سے ذوقِ عمل پیدا کرو — جذبۂ خدماتِ اقوام و ملل[3] پیدا کرو
ایشور بھگتی کرو تسکینِ دل کے واسطے — اک حیاتِ نو نجاتِ مستقل کیواسطے
وعظ سُنکر آپ کا آخر وہ قائل ہو گیا — آپ کی روحانیت پر دل سے مائل ہو گیا

سلطانپور کو مراجعت

پھر وہاں سے جھیل ملٹی رانی گنج آئے حضور — اور اپنے ساتھ لاکھوں برکتیں لائے حضور
شہر گورکھپور کو پھر جا کے بخشیں برکتیں — اس علاقے کو کرم فرما کے بخشیں برکتیں
شہر سیتا پور میں زاں بعد فرما کر قیام — فیض پہنچاتے رہے خلقِ خدا کو صبح و شام
پھر وہاں سے فیض پہنچاتے ہوئے نزدیک و دُور — خیریت کے ساتھ واپس آ گئے سُلطانپور
جب ملی یاں آپ کے آنے کی لوگوں کو خبر — درشنوں کو آپ کے آنے لگے شام و سحر
ہر گھڑی قصبے میں اک میلا لگا رہنے لگا — دھرم کے اپدیش کا اک مشغلا رہنے لگا

---

[1] ملا دو [2] بزرگی [3] جمع ملت

آپ بھی لوگوں کو ہردم فیض پہنچاتے رہے
آتشِ توحید سے سینوں کو گرماتے رہے

وعظ سُنکر آپ کا سب مست تھے سرشار تھے
ہندو و مسلم برابر اس میں حصہ دار تھے

مردانے کا خواہشِ حج ظاہر کرنا

آپ سے مردانہ اک دن عرض یہ کرنے لگا
آپ نے ہندوستاں تو سب ہمیں دکھلادیا

ہندوؤں کے تیرتھوں کی سیر تو ہم کر چکے
تا بہ امکاں[1] رہبریِ ابنِ آدم کر چکے

ایک حسرت اور باقی ہے اگر منظور ہو
چلئے سوئے کعبہ بھی گر یہ سفر منظور ہو

دُور ہے ہر چند یہ منزل مگر ہے آرزو
دیکھ لیں اکبار اس تیرتھ کو بھی ہم دو بدو

بتکدوں کو دیکھ کر کعبے بھی جانا چاہیئے
ہندو و مسلم کو آپس میں ملانا چاہیئے

آپ نے سُنکر یہ فرمایا کہ جائینگے ضرور
تم کو تہذیبِ عرب بھی ہم دکھائینگے ضرور

ہم کرائیں گے زیارت بابِ کعبہ کی تمیں
اور پھر دکھلائیں گے شہرِ مدینہ بھی تمیں

---

[1] جہاں تک ممکن ہوا۔

باب پنجم (۵)

گورو صاحب کا چوتھا سفر

سلطانپور سے روانگی۔ رہتاس میں چشمہ جاری کرنا

الغرض کچھ روز تک اپنے وطن میں ٹھہر کر   ہو گئے مغرب کی جانب عازم[1] سیر و سفر
آپ کے ساتھ ایک بالا دوسرا مردانہ تھا   جن میں ہر اک جان و دل سے آپکا پروانہ تھا
گھر سے چلکر اور امین آباد سے ہو کر حضور   ٹھہرے جنگل میں وزیر آباد کے قصبے سے دور
پھر یہاں سے چل کے اور ہوتے ہوئے گجرات سے   لو لگائے ہر گھڑی اپنے خدا کی ذات سے
چلتے چلتے ایک دن رہتاس جا پہنچے حضور   راہ جو تکتے تھے ان کے پاس جا پہنچے حضور

---

[1] ارادہ کرنے والا۔

اُس جگہ اک معجزہ اپنا دکھایا آپ نے　　ایک شیریں آب کا چشمہ بہایا آپ نے
آج تک اپنی پرانی شان سے بہتا ہے یہ　　عہدِ نانک کی مقدس داستاں کہتا ہے یہ

ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں

پھر وہاں سے ڈیرہ اسمٰعیلخاں آئے حضورؑ　　اسجگہ بھی بے نہایت برکتیں لائے حضورؑ
ساتھ مردانے کے جب اکدن سفر کرتے ہوئے　　جا رہے تھے سبز کھیتوں سے گذر کرتے ہوئے
حاشیے پر کھیت کے اک نوجواں آیا نظر　　ایک رشکِ نوبہارِ گلستاں آیا نظر
گا رہا تھا جو کنارِ کشت[1] پر بیٹھا ہوا　　بے نیاز و بے ہراس و بے خطر بیٹھا ہوا
بیٹھے بیٹھے جب پڑی اسکی گورو جی پر نظر　　آپ کی روحانیت کا ہو گیا دل پر اثر
اسطرف آتے جو دیکھا ایک فرخ فال کو　　شوق سے اٹھا گورو صاحب کے استقبال کو
آپکی خاطر عقیدت میں کمالِ ذوق سے　　سائے میں اک پیڑ کے بھونا چنوں کو شوق سے
پیش کر کے آپکو یہ چھولیا بھونا ہوا　　آپ کی خدمت سے اٹھ کر اپنے گھر جانے لگا

[1] کھیت کا کنارا

آپ اس سے نرم لہجے میں یہ فرمانے لگے
ایسے تپتے وقت میں تم یہ کہاں جانے لگے

عرض کی اس نے کہ اے درویش گھر جاتا ہوں میں
آپکے کھانیکی خاطر کوئی شے لاتا ہوں میں

چارپائی اور بستر گھر میں جو پاؤں گا میں
آپکے آرام کی خاطر اٹھا لاؤنگا میں

یہ سنا تو آپ نے الفت سے بٹھلایا اسے
مت کرو تکلیف اے "سلطان"[۱] فرمایا اسے

یہ تمہارا خلق اور یہ پیار بستر ہے ہمیں
یہ تمہاری گفتگو کھانیسے بڑھ کر ہے ہمیں

آپکے سلطان کہنے سے تھی حیرانی اسے
ایکدو دن تک رہی پیہم پریشانی اسے

گو پریشاں حال تھا پر اسکو شاہی ملگئی
اک گدائے راہ کو عالم پناہی مل گئی

آپ نے سلطاں کہا اسکو وہ سلطاں[۲] ہو گیا
ذرۂ ناچیز تھا مہرِ درخشاں ہو گیا

۱؎ اس موقعہ پر گورو صاحب نے یہ شبد پڑھا :-

ستھر تیرا لیف نہالی بھاو تیرا پکوان
نانک صفتیں رجیا بیٹھ اتھے سلطان

۲؎ لکھا ہے کہ یہی لڑکا ایک دن منکیرے کا سلطان ہوا۔

سندھ کے علاقے میں پرچار

اسجگہ سے پنڈدادنخان میں آئے حضور
اور پھر تشریف غازی خان میں لائے حضور

سندھ میں بھی حق پرستی کی صدا دی آپنے
قوم کی سوئی ہوئی قسمت جگا دی آپنے

آپ جب آئے یہاں تو بت پرستی عام تھی
پرچمِ حق سرنگوں تھا اور پستی عام تھی

اسجگہ بھی آپ ہردم درسِ حق دیتے رہے
اسجگہ بھی آپ حق کی ناؤ کو کھیتے رہے

آپکا پرچار یہ تھا ایک ہے پروردگار
سب زمین و آسماں کا ایک ہے پروردگار

اللہ اللہ آپکے درسِ صداقت کا مآل
ہو گیا تھوڑے دنوں میں بت پرستی کو زوال

اب یہاں معدوم ہیں باطل پرستی کے نشاں
اب یہاں ناپید ہیں ہر ایک پستی کے نشاں

سندھ کے سارے علاقے میں گرو صاحب پھرے
جہل کے مارے علاقے میں گرو صاحب پھرے

پھر کراچی شہر میں کچھ روز تک رکھا قیام
تابشِ خورشید حق افروز تک رکھا قیام

ملکِ عرب میں داخل ہونا۔ مکہ معظمہ میں ورود

اس جگہ سے آپ پھر پہنچے بلوچستان میں
ٹھہرتے ٹھہراتے ہر جا کوہ اور میدان میں

پھر بلوچستان میں بھی درسِ حق جب دے چکے
اور کچھ آرام بھی حسبِ ضرورت لے چکے

ساتھ مردانے کو لے کر بحر کو کر کے عبور
ساحلِ ملکِ عرب پر ایک دن اترے حضور

سامنے نظروں کے جب کعبے کو پایا آپ نے
ایک ست کرتار کا نعرہ لگایا آپ نے

لوگ حق کا دوست حق کا یار سمجھے آپکو
حق کا خواہاں حق کا پالن ہار سمجھے آپکو

آپ کے زیبِ بدن تھا اک فقیرانہ لباس
مغربی تہذیب سے ہر طرح بیگانہ لباس

شہر مکے کی حکایت جو یہاں مشہور ہے
اسطرح گورداس[1] جی کی وار میں مذکور ہے

۱؎ بھائی گورداس جی سکھوں میں ایک بہت مشہور شاعر ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب میں جو بھائی گورداس جی کی وار کے نام سے مشہور ہے اس واقعہ کو نہایت دلچسپ بنا کر لکھا ہے جس میں سے کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے :-

پھر بابا مکے گیا نیل بستر دھارے بن والی
اعصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلے دھاری

بیٹھا جائے مسیت وچ جتھے حاجی حج گذاری
جاں بابا ستا رات نوں ول محرابے پائیں پساری

جیون ماری لت دی کھڑا اُٹھا کفر کفاری
لتاں ول خدائے دے کیونکر پیا ہوئے بجگاری

ٹنگوں پکڑ گھسیٹیا پھریا مکہ کلا دکھاری
ہوئے حیران کرن جیو ہاری

چھپ گیا جسوقت سورج چھا گئی ظلمت تمام — رات کی آغوش میں جب سو گئی خلقت تمام
شورشِ ہر دو جہاں پہ جب خموشی چھا گئی — موند لیں ذروں نے آنکھیں شب کی دیوی آگئی
اوڑھ کر ظلمت کا دامن جب فضائیں سو گئیں — وسعتیں محدود جب حدِ نظر کی ہو گئیں
سو گئی جب ساری خلقت آپ بھی جب سو گئے — سوئے کعبہ آپ کے پیر اتفاقاً ہو گئے
آپ اسی حالت میں تا وقتِ سحر سوتے رہے — آپ یونہی بے خیال و بے خبر سوتے رہے
رات جب یونہی کٹی جب صبحِ صادق ہو گئی — تیرگی تنویر کی آغوش میں جب سو گئی
طوفِ کعبہ کے لئے اٹھ کر مجاور آگئے — اور ان کے ساتھ کچھ کعبے کے زائر[1] آگئے
اس دھندلکے میں پڑی جب آپکی جانب نظر — آپکو دیکھا گیا سوتے ہیں بالکل بے خبر
اور ہیں پاؤں آپکے پھیلے ہوئے سوئے حرم — جسکے آگے گردنیں ہوتی ہیں سلطانوں کی خم
سخت لہجے میں مجاور آپ سے کہنے لگے — پاؤں کیوں ہیں خانہ کعبہ کیجانب آپکے
پاس کچھ بھی آپ کو اللہ کے گھر کا نہیں — آپ جیسا بے ادب ہم نے کوئی دیکھا نہیں
توبہ توبہ پاؤں ہوں اللہ کے گھر کی طرف — سجدہ گاہِ حضرتِ خلاقِ اکبر کی طرف

[1] زیارت کرنے والے

آپ نے نرمی سے فرمایا خفا مت ہوجیئے — اجنبی ہیں اس قدر گرمِ جفا مت ہوجیئے

اس جگہ پہنچے تھے ہم شب کو تھکے ہارے ہوئے — پیاس کے، پیدل سفر کے ضعف کے مارے ہوئے

آپ خود بڑھ کر ہمارے پاؤں کر دیجئے ادھر — جسطرف جس سمت جس رخ کو نہ ہو اللہ کا گھر

آخرش ان ہی سے جیون نے بڑھا کر اپنے ہاتھ — کر دیئے پاؤں مخالف سمت کو غصے کیساتھ

دوسری جانب کیا جب آپکے پاؤں کا رخ — دیکھتے کیا ہیں اسی جانب کو مکے کا تھا رخ

جسطرف جس سمت وہ کرتے تھے پاؤں آپکے — سامنے آنکھوں کے وہ تصویرِ مکہ دیکھتے

مدعا یہ تھا نہیں محدود گھر اللہ کا — آ رہا ہے جلوہ ہر جانب نظر اللہ کا

ہر طرف موجود ہے اللہ اگر دیکھے کوئی — شرط اتنی ہے بچشمِ حق نگر دیکھے کوئی

جلوۂ حق روز و شب ہے آنکھ والوں کیلئے — بابِ رحمت بند کب ہے آنکھ والوں کیلئے

قاضی رکن الدین سے گفتگو

قاضی رکن الدین صاحب نے کیا ان سے سوال — ہندو مسلم کی نسبت آپکا ہے کیا خیال

آپ کے نزدیک سچائی صداقت کس میں ہے | کون ہے راہِ حقیقت پر حقیقت کس میں ہے

قاضی رکن الدین صاحب سے گورو جی نے کہا | وہ بھی مخلوقِ خدا ہے یہ بھی مخلوقِ خدا

ایک ہی صانع کی ہیں تخلیق یہ دونوں حضور | ایک ہی جیسے عناصر سے ہے دونوں کا ظہور

سامنے اسکے یہ ہندو اور مسلماں کچھ نہیں | اسکی نظروں میں بجزِ انسان انسان کچھ نہیں

ہندو مسلم کی اس دنیا میں جو تقسیم ہے | یہ فقط بھٹکے ہوئے انسان کی تعلیم ہے

فرق ہندو اور مسلماں میں نہیں کچھ زینہار | کوئی بھی ہو نیک ہو اعمال تو بیڑا ہے پار

مدینۂ منوّرہ میں آمد

چند دن تک آپ نے مکے میں فرمایا قیام | چل کے دیکھا ہر مقدّس اور تاریخی مقام

کر چکے پوری طرح جب کعبۂ اقدس کی سیر | ہو چکے جب سیر کر کے اس درِ حق رس کی بر

پھر کمر باندھی مدینے کے سفر کیواسطے | خانۂ مولا سے پیغمبر کے گھر کے واسطے

جس جگہ مدفون ہے پیغمبرِ عالی وقار | جس جگہ کا ذرّہ ذرّہ ہے تقدس در کنار

فیض پاتے ہیں جہاں سے اولیاء باصفا
نور لاتے ہیں جہاں سے اولیاء باصفا

الغرض دشت اور بیابانوں کو طے کرتے ہوئے
بستیوں کو اور ویرانوں کو طے کرتے ہوئے

رات دن تپتے ہوئے صحراؤں کو کرکے عبور
داخلِ شہرِ مدینہ ہو گئے کئی دن حضور

پھر پھرا کر شہر کے سارے بزرگوں سے ملے
سب خدا کے لاڈلے پیارے بزرگوں سے ملے

دعوتِ اسلام

آپ کی عظمت طہارت پاکبازی دیکھکر
دولتِ دنیائے دوں سے بے نیازی دیکھ کر

آپکی شانِ بزرگی کے ہوئے قائل تمام
آپکی روحانیت پر ہو گئے مائل تمام

آپ کا رنگِ فقیری دیکھ کر سب نے کہا
قابلِ تعریف ہے یہ زہد و تقویٰ آپ کا

آپ پیغمبرؐ پہ بھی ایمان لے آئیں اگر
آپ یہ توفیق بھی تقدیر سے پائیں اگر

احمدِ مرسل کو بھی گر آپ برحق مان لیں
اور ان کے چار یاروں کو بھی سچا جان لیں

آپ کے اپدیش میں تاثیر کا جادو بڑھے
آپ کی تعظیم کو ہر مسلم و ہندو بڑھے

مُرسلِ حق پر اگر ایمان لے آئیں حضورؐ
سارے عالم پر مثالِ نور چھا جائیں حضورؐ

آپ کو سب رازِ ہستی کا نظر آنے لگے
حق صداقت کی ضیائیں دل پہ برسانے لگے

آپ نے سن کر یہ سب اہلِ مدینہ سے کہا
واسطے انساں کے مُرسل روح ہے اللہ کا

جسم میں جب روح ہے چاروں عناصر یار ہیں
جو اخوّت کے ہیں قائل انکے بیڑے پار ہیں

روم میں مختصر قیام

ہو کے رخصت الغرض اک دن مدینے سے حضورؐ
روم میں داخل ہوئے لیکر تجلّی کا وفور

ان دِنوں یاں بھی مسلمانوں کا سکہ تھا رواں
دورِ اسلامی تھا اسلامی حکومت تھی یہاں

آپ آکر اسجگہ سب پارساؤں سے ملے
روم کے سب برگزیدہ اولیاؤں سے ملے

باعثِ صد شادمانی تھی ملاقات آپکی
رنگِ عرفانی میں رنگی تھی ہر اک بات آپکی

آپ کی ہر بات سے روحانیت تھی آشکار
آپکے ہر لفظ سے وحدانیت تھی آشکار

روم کے سب برگزیدہ اولیاء با صفا
آپکی باتوں میں پاتے تھے خلوصِ بے بہا

آپ کے زہد اور تقوے[1] کے ہوئے قائل تمام
اک کشش تھی آپ میں تھے آپ پر مائل تمام

بغداد میں آمد

روم میں بھی آپ نے کر کے قیامِ مختصر
ایک دن فرما لیا بغداد کا عزمِ سفر

راہ سے خشکی کی چلکر آ گئے بغداد میں
دل کو اطمینان حاصل تھا خدا کی یاد میں

بلدہ[2] بغداد میں اکثر بزرگوں سے ملے
شہر بھر کی سیر کی گھر گھر بزرگوں سے ملے

کچھ دنوں تک گیت وحدت کا یہاں گاتے رہے
اہلِ عرفاں کو مسلسل وجد میں لاتے رہے

معرفت کے رنگ میں ڈوبا ہوا سن کر کلام
آپ سے کرتے تھے اطمینان حاصل خاص و عام

لوگ سن کر جوق در جوق اس طرف آتے رہے
آپ بھی خلقِ خدا کو فیض پہنچاتے رہے

ہو کے رخصت آپ جب بغداد سے جانے لگے
اہلِ بغداد آپ کی فرقت کا غم کھانے لگے

ہو گئی تھی شہر کے لوگوں کو الفت آپ سے
ہر کس و ناکس کو تھی سچی عقیدت آپ سے

شاہ سے لیکر گدا تک تھا ثنا خواں آپ کا
دل سے تھا ممنونِ احساں ہر انساں آپ کا

---

[2] شہر

آپ کو تحفے دیئے کچھ حاکمِ بغداد نے
اس سراپا فیض اس دارائے عدل و داد نے

اور تحفوں کے علاوہ ایک چولا بھی دیا
جسپہ تھے آیاتِ قرآنی کے طغرے جابجا

اسپہ توحید اور وحدت کی حسیں آیات تھیں
اسپہ اقرارِ رسالت کی حسیں آیات تھیں

آپ اس چولے کو اپنے پاس رکھتے تھے مدام
آپکو تھا اِس نشانی کا نہایت احترام

ڈیرہ صاحب بابا نانک میں وہ اب محفوظ ہے
اور وہ تحریرِ قرآنی بھی سب محفوظ ہے

اسکے درشن کرتا ہے ہر یاتری ہولا کے دن
باہزاراں آرزو باصد خوشی ہولا کے دن

احتراماً چولا صاحب اسکو اب کہتے ہیں لوگ
یہ نشانی ہے گورو صاحب کی سب کہتے ہیں لوگ

مراجعتِ ہندوستان۔ حسن ابدال کا قصہ

اس جگہ سے پار کر کے آپ دریائے فرات
دیکھتے دکھلاتے ہر سو جلوہ ہائے کائنات

چلتے چلتے ایک دن طہران میں وارد ہوئے
مشرقی شہرِ عظیم الشان میں وارد ہوئے

کچھ دنوں تک خلق کو اپدیش فرماتے رہے
اُنکے دل کو آتشِ وحدت سے گرماتے رہے

پھر وہاں سے جانبِ شہرِ بخارا و ہرات ‏— چل دیئے حکمِ خدا سے نانکِ عالی صفات

کابل و قندہار و غزنی سے گذر کرتے ہوئے ‏— آ گئے ہندوستاں واپس سفر کرتے ہوئے

ہو کے داخلِ ہند میں اور کر کے طے اک راہ دور ‏— خاص ہر حد سے حسن ابدال آ پہنچے حضور

دوپہر کا وقت تھا گرمی تھی لو کا زور تھا ‏— آتش افشاں کوہ تھا گویا حسن ابدال کا

پتھروں کے خشک لب جھلسی ہوئی سی گھانس تھی ‏— تلملاتے ساؤں میں اک ہلکی ہلکی سانس تھی

چل رہی تھی لو جہنم لے رہا تھا کروٹیں ‏— چھاؤں بھی سہمی ہوئی تھی پتھروں کی آڑ میں

تھا زمیں کی سمت سورج ٹکٹکی باندھے ہوئے ‏— آتشیں لپٹیں نکلتی تھیں دلِ ذرات سے

اور نانک کا گذر تھا وادیٔ کہسار میں ‏— مضطرب تھے سینکڑوں جلوے دلِ بیدار میں

پیشِ خدمت آپ کا اس وقت بھی مردانہ تھا ‏— آپ شمعِ پُر ضیا تھے اور وہ پروانہ تھا

مضمحل سا تھا مگر کچھ آج نانک کا جواں ‏— پیاس کی شدت بدن میں درد رستے کی تکان

پیاس کی شدت سے آخر چلتے چلتے رک گیا ‏— آپ سے عجز و ادب کے ساتھ یوں کہنے لگا

اے خدا کے لاڈلے نانک ذرا تھم جائیے ‏— اب قدم اٹھتے نہیں بہرِ خدا تھم جائیے

ہو چکے ہیں خشک لب اور لگ رہی ہے سخت پیاس ۔۔۔ کاش مل جائے کہیں سے ایک پانی کا گلاس
بند کیں بابا نے آنکھیں دل کی آنکھیں کھول دیں ۔۔۔ اور پھر ہنسکر یہ فرمایا کہ گھبراؤ نہیں
اسقدر تم پیاس کی شدت سے گھبراتے ہو کیوں ۔۔۔ تشنگی سے اسقدر بیکل ہوئے جاتے ہو کیوں
سامنے چوٹی پہ دیکھو اس طرف کہسار کی ۔۔۔ جھونپڑی میں اس جگہ رہتے ہیں قندھاری ولی
جاؤ انکو میری جانب سے کہو جا کر سلام ۔۔۔ پاس ہی چشمہ ہے پی لینا وہیں پانی کا جام
الغرض مردانہ چوٹی کی طرف جانے لگا ۔۔۔ ہر قدم پر ضعف کی شدت سے غش کھانے لگا
آگیا چوٹی پہ آخر آب کی اُمید میں ۔۔۔ تھے ولی صاحب وہاں جب حالتِ تجرید[ل] میں
عرض کی آکر کہ اے خلوت نشینِ باکمال ۔۔۔ اے خدا کے لاڈلے عزلت گزینِ باکمال
بابا نانک نے مجھے بھیجا ہے با نذرِ سلام ۔۔۔ گر اجازت ہو تو میں چشمے سے بھر لوں ایک جام
کس تخیّل میں تھے جانے غرق قندھاری ولی ۔۔۔ دخل بالکل ہی نہ مردانے کا بھایا اس گھڑی
کچھ سمجھ کر کر دیا انکارِ مطلق آب سے ۔۔۔ اور با صد غصہ مردانے سے یہ کہنے لگے
واسطے پانی کے اس نے تم کو کیوں تکلیف دی ۔۔۔ کیا تمہاری پیاس کو اسکی نظر کافی نہ تھی

ل تنہائی

گر تمھاری تشنگی کو وہ بجھا سکتا نہیں … جاؤ پھر میں بھی تمھیں پانی پلا سکتا نہیں

سُن کے یہ مردانہ لوٹ آیا گورو صاحب کے پاس … کہہ دیا سب ماجرائے درد با صد رنج و یاس

اس طرف جولانیوں پر تھا تخیّل کا سمند … مرحبا صد مرحبا نانک کا اعجازِ بلند

جانے کیا سوچا مگر کچھ سوچ کر بولے حضور … جاؤ اب کے وہ پلا دینگے تمھیں پانی ضرور

ضعف سے مردانہ بالکل ہو چکا تھا نیم جاں … کر دیا تھا پیاس نے اس کو نہایت ناتواں

گرچہ اب چوٹی پہ چڑھنے کی اسے ہمت نہ تھی … ہاں مگر انکار کر دینے کی بھی جرأت نہ تھی

گرتا پڑتا پھر گیا وہ اس ولی اللہ کے پاس … سُن کے پھر انکارِ مطلق چھا گئی چہرے پہ یاس

اب تو واپس لوٹنے کی بھی نہ کچھ ہمت رہی … پاؤں میں جان اور بدن میں بھی نہ کچھ طاقت رہی

بارے وہ ہر اک قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہوا … آ گیا واپس لرزتا اور تھرّاتا ہوا

گورو صاحب کی کرامت

اس طرف تھا آپ کے لب پر تبسّم ضو فشاں … دل ہی دل میں کر چکے تھے آپ اسکا امتحاں

ہنس کے فرمانے لگے دل کس لئے بیتاب ہے — اس طرف دیکھو کہ اس پتھر کے نیچے آب ہے

ہاں یہیں پانی ہے پتھر کو اُٹھاؤ تو سہی — ہو چکی حد جذبِ دل کو آزماؤ تو سہی

سنگ سرکایا تو پانی کا خزانہ مل گیا — معجزے کا شانِ قدرت کو بہانہ مل گیا

بہ رہا تھا دو گھڑی پہلے جو چوٹی پر کبھی — بن کے اک ندی رواں تھا سامنے چشمہ وہی

جب ولی صاحب نے یہ دیکھا تو غصہ چھا گیا — اُنکے دل پر انتقامی غیظ غالب آ گیا

ڈال کر حضرت نے چوٹی پر کرامت کی کمند — سر پہ نانک کے گرا ڈالا وہی کوہِ بلند

کوہ کے گرنے کا بھی کتنا مہیب[۱] انداز تھا — ہاں مگر نانک کے ہاتھوں میں بھی اک اعجاز تھا

ہاتھ پر روکا کرامت سے وہیں کوہِ گراں — آج تک باقی ہے اک پتھر پہ پنجے کا نشاں

ایمن آباد میں آمد و گرفتاری

اس جگہ سے آپ پھر تشریف لائے سیالکوٹ — اور لاکھوں برکتیں لائے برائے سیالکوٹ

پھر وہاں سے چل کے ایمن آباد میں آئے حضور — اور یہاں بھی ساتھ لاکھوں برکتیں لائے حضور

۱؎ ڈرانا

آئے امین آباد میں اور بھائی لالو سے ملے
ہر مسلماں سے ملے ہر ایک ہندو سے ملے

اور اسی اثنا ہی میں بابر چڑھ آیا ہند پر
ایک بادِ تند کی مانند چھایا ہند پر

شہر امین آباد میں بھی آ گئی مغلوں کی فوج
بن کے بادِ تند ہر سو چھا گئی مغلوں کی فوج

لوٹنے میں شہر کے مشغول تھی انکی سپاہ
منتشر ہر سو بعرض و طول تھی انکی سپاہ

چار سو سے اس جگہ پکڑے ہوئے آتے تھے لوگ
قہر کی زنجیر میں جکڑے ہوئے آتے تھے لوگ

بے گناہوں پر بھی یہ قہرِ الٰہی عام تھا
عام تھا چاروں طرف قہرِ تباہی عام تھا

قید میں ڈالا گیا باشندگانِ شہر کو
بند میں لایا گیا ہر نوجوانِ شہر کو

آپ بھی پکڑے گئے اس عام دار و گیر میں
سنسنی پھیلی ہوئی تھی ہر جوان و پیر میں

فوج ان افراد سے اٹھوا کے اپنے اپنے بار
بڑھ رہی تھی جانبِ دہلی قطار اندر قطار

آپکو بھی دے دیا بوجھ اک اٹھانے کے لیے
حکم نافذ کر دیا دہلی کو جانے کے لیے

اور دے دی دستِ مردانہ میں گھوڑیکی لگام
دید کے قابل تھا ان کا فاتحانہ اہتمام

دیکھ کر یہ آپ مردانے سے فرمانے لگے
بے دلی اچھی نہیں کیوں تم یہ گھبرانے لگے

چھوڑ دو بیفکر ہو کر ہاتھ سے گھوڑے کی باگ
گاؤ حق سے لو لگا کر وحدتِ خالق کا راگ

ڈرتے کیوں ہو تم رباب اپنا اٹھاؤ تو ذرا
ساز پر اک نغمۂ توحید گاؤ تو ذرا

حکم سے نانک کے ہاتھوں میں لیا اسنے رباب
لہر موسیقی کی دوڑی جسطرح موجِ شراب

ساز کی ہر تار سے نکلے شرارے عشق کے
اور جاری ہو گئے ہر سمت دھارے عشق کے

آپ بھی گانے لگے کچھ شبد میٹھے راگ میں
سر بسر ڈوبے ہوئے عشقِ خدا کی آگ میں

بار جو تھا آپ کے سر پر ہوا سر سے بلند
قدرتِ اللہ سے یکسر ہوا سر سے بلند

آپ کے سر پر فضا میں آپ اُڑا آتا تھا وہ
چتر۱؎ آسا آپ پر سایہ کیئے جاتا تھا وہ

اس طرف گھوڑا رواں تھا خود ہی مردانے کے ساتھ
نانکِ اعظم کے عاشق اور دیوانے کے ساتھ

یہ نظارہ سب نے دیکھا ہو گئے حیراں تمام
جسقدر تھے فاتح و مفتوح تھے حیراں تمام

اس خبر کو سن کے خود بابر بھی حیراں ہو گیا
آپکے دل کو دُکھا کر وہ پشیماں ہو گیا

حکم فوراً دے دیا آزاد کرنے کے لیئے
آپکے ناشاد دل کو شاد کرنے کے لیئے

آپ کا لیکن جوابِ مختصر دیکھے کوئی
جذبۂ ہمدردیٔ نوعِ بشر دیکھے کوئی

۱؎ چتر کی مانند

جب تلک سب قیدیوں کو اذن آزادی نہ ہو
قید سے جب تک رہا ہر ایک فریادی نہ ہو

آپ کی اس قید سے باہر نہیں جاؤں گا میں
اذن آزادی کا بھی پاکر نہیں جاؤں گا میں

بادشہ کو آپ کے اس جذبۂ ایثار سے
آپ کے لہجے سے غم خواری سے اور گفتار سے

ہوگیا کامل گورو جی کی صداقت کا یقیں
آپ کی روحانیت کا اور عظمت کا یقیں

آپ کے کہنے سے قیدی کر دیئے فوراً رہا
جو خلاصی پا کے دیتے تھے گورو جی کو دعا

چل دیئے وہ سب گورو جی کو دعا دیتے ہوئے
فیضِ نانک کی زمانے میں صدا دیتے ہوئے

وطن کو مراجعت

ہو کے رخصت آپ بابر سے وطن میں آگئے
اک بہارِ بے خزاں بن کر چمن میں آگئے

آگئے پہنچا کے ہر اک ملک میں حق کا پیام
اور ریاضت کو وطن میں آکے فرمایا قیام

ہند کے ہر ایک گوشے میں صدا دی آپ نے
ظلمتوں میں نور کی وادی دکھا دی آپ نے

اہلِ عالم کو اخوت کا سبق دیتے رہے
باہمی الفت محبت کا سبق دیتے رہے

اک خدا کو پوجنے کی خلق کو تلقین کی
ہر طرف کرتے رہے تبلیغ اپنے دین کی

مردم آزاری دل آزاری سے کر کے اجتناب
ہندو مسلم میں چھیڑا اک محبت کا رباب

ظلمتوں کی وادیوں میں اک اجالا کر دیا
ہر دلِ گمراہ کو اللہ والا کر دیا

ہر طرف بغض و حسد سے آپ نے کر کے جہاد
مختلف اقوام کے دل سے مٹا ڈالا عناد

رہ پڑے آ کر وطن میں پھر ریاضت کے لیے
الیشور بھگتی کو خالق کی عبادت کے لیے

بھائی بڈھا گورو صاحب کی خدمتیں

آپ کے پاس ایک دن اک نوجوان حاضر ہوا
جس کا بورا نام تھا جو خاندان سے جاٹ تھا

عرض کی اس نے کہ اے میرے بزرگِ خوش خصال
آج لوٹا گھر کے چولھے کی طرف میرا خیال

میں نے دیکھا اٹھ رہا ہے ایک چولھے سے دھواں
اور اس میں جل رہی ہیں چند سوکھی لکڑیاں

لکڑیاں چھوٹی بڑی سب اس میں شامل ہیں مگر
چھوٹی چھوٹی ہیں زیادہ روشن و تابندہ تر

دیکھتا کیا ہوں انہیں پہلے جلا دیتی ہے آگ
اور جلا کر راکھ سی ان کو بنا دیتی ہے آگ

دیکھ کر یہ لکڑیوں کے آگ میں جلنے کا حال
بیٹھے بیٹھے میرے دلمیں سینکڑوں گذرے خیال

وسوسے دل میں ہزاروں طرح کے آنے لگے
موت کے خطرات میرے قلب پر چھانے لگے

یونہی شاید موت بھی سب کے جہاں میں آئیگی
یہ بھی شاید آکے چھوٹوں ہی کو پہلے کھائیگی

میں کہ جو چھوٹا ہوں اپنے گھر کے سب افراد میں
ناتواں ہوں میں ہی اپنے باپ کی اولاد میں

یونہی شاید موت کی آتش جلا دے گی مجھے
موت کی دیوی کلیجے سے لگائے گی مجھے

شعلہ میری موت کا شاید بھڑک جانے کو ہے
طائرِ ہستی مرا شاید پھڑک جانے کو ہے

خدمتِ عالی میں اب حاضر ہوا ہوں اسلیئے
آتشِ مرگِ جوانی سے بچا لیجے مجھے

آپ کامل پیر ہیں یہ آپ کو مشکل نہیں
ورنہ اس حالت میں تو میں زیست[1] کے قابل نہیں

نوجواں کی بات کو سنکر بہت حیراں تھے آپ
اور اس پر ازدیادِ لطف سے خنداں تھے آپ

رازِ ہستی کی حقیقت اس کو سمجھانے لگے
خوش ہوئے اور اس سے خوش ہو کر یہ فرمانے لگے

گو تمھاری عمر کل افراد[2] سے کم ہے مگر
پختگی ہر بات میں بوڑھوں کی آتی ہے نظر

دور بینی و فراست[3] ہے جبیں سے آشکار
اور چہرے سے نمایاں ہے کہ ہو تم ہونہار

۱ زندگی ۲ جمع فرد آدمی ۳ عقلمندی

پر تمھاری عمر پر ہم کو نہ جانا چاہیئے
بھائی بڈھا نام سے تمکو بلانا چاہیئے

اسطرح پھر آپ سے آ اپدیش فرمانے لگے
جس سے اسکو جلوہ ہائے حق نظر آنے لگے

ہو گیا تیار وہ فوراً عبادت کے لیئے
وقف کردی زندگی اپنی ریاضت کے لیئے

مرتبہ پاکر ولایت کا ہوا ذیشان فقیر
چھ گوروں تک تلک دیتا رہا روشن ضمیر

پاک پٹن میں شیخ ابراہیم سے مُلاقات

ایک دن اک شخص نے کی آپ سے یہ التماس
اے بزرگِ محترم اے نانکِ وحدت شناس

وہ مقدس آستانِ روضۂ شیخِ فرید
جس جگہ ہوتی ہے پوری ناامیدوں کی اُمید

عرس ان کے روضۂ اطہر پہ ہوگا عنقریب
آپ بھی چلیئے وہاں اہلِ حقیقت کے حبیب

عرض سنکر اس کی فوراً ہو گئے تیار آپ
آئیے اس گلشن میں بن کر گلبنِ گلبار آپ

اس جگہ تھے شیخ ابراہیم سجادہ نشیں
آسمانِ معرفت کے چاند تھے جو بالیقیں

آپ دونوں میں بہت کچھ گفتگو ہوتی رہی
گفتگو کیا ایشور کی جستجو ہوتی رہی

ایک شب کو دشت کے دامن میں آبادی سے دُور
شیخ صاحب سے ہوئے مصروفِ گفت و گو حضور

ہر طرف جنگل پہ تھا خواب گراں چھایا ہوا
اور فضاؤں پر اداسی کا سماں چھایا ہوا

ذکرِ حق میں آپ دونو مست تھے سرشار تھے
بیخودی طاری دلوں پر تھی مگر بیدار تھے

محوِ یادِ حق تھے دنیا کی خبر مطلق نہ تھی
سامنے کچھ چیز تا حدِ نظر مطلق نہ تھی

آپ کو جنگل میں پاکر ایک مردِ حق شناس
شب کی تاریکی میں چھپکر آگیا دونو کے پاس

رکھ گیا آکر قریب اک دودھ سے لبریز جام
دَور میں تھا جب مئے روحانیت کا تیز جام

آپ دونو معرفت میں محو ایسے ہو گئے
کرتے کرتے گفتگو نیند آگئی اور سو گئے

شیخ صاحب جب عبادت کو اٹھے پچھلے پہر
ضو فگن دل میں تھے جلوے نور کے پچھلے پہر

سامنے آنکھوں کے پایا دودھ سے لبریز جام
بھوک کی آتش بجھانے کے لئے لبریز جام

سو رہے تھے پر گورو صاحب ابھی آرام سے
بیخبر ہر حال میں اس دودھ سے اس جام سے

نصف حصہ شیخ نے اس دودھ کا خود پی لیا
نصف باقی نانکِ اعظم کی خاطر رکھ دیا

ڈھال کر اپنی طرف کو اس کی بالائی تمام
شیخ صاحب نے مزے سے نوش فرمائی تمام

بعد ان کے خواب سے بیدار جب نانک ہوئے
اور غافل نیند سے ہشیار جب نانک ہوئے

پیش کر کے آپ کو وہ نصف حصہ دودھ کا
شیخ صاحب نے یہ عرفانی ظرافت سے کہا

یادِ حق کیواسطے پہلے ہوئے بیدار ہم
اسلئے تھے دودھ کی بالائی کے حقدار ہم

ابتدائے شب میں گل ہیں اور ثمر پچھلے پہر
پھل وہی پاتا ہے شب کو جاگتا ہے جو بشر

[۱] سونیوالے سوئے ہی رہتے ہیں پھل پاتے نہیں
جو خدا کے روبرو پچھلے پہر آتے نہیں

شیخ ابراہیم سے ہنسکر گورو جی نے کہا
شیخ صاحب دیکھئے اس جام کی تہ میں ہے کیا

شیخ ابراہیم نے جب ہاتھ ڈالا جام میں
پانچ زرّیں قیمتی سکوں کو پایا جام میں

ہنس کے فرمانے لگے پھر نانکِ عالی وقار
اسکی نعمت کا ریاضت پر نہیں کچھ انحصار

جاگ کر بھی جن کی قسمت میں [۲] نہو پاتے نہیں
کوششوں سے اس کے لطفِ خاص کو پاتے نہیں

---

۱ شیخ صاحب نے یہ شبد پڑھا ۔

پہلی راتیں پھلڑا پھل بھی پچھلی رات
جاگن گے سو لین گے سائیں کنیں دات

۲ گورو صاحب نے یہ شبد پڑھا ۔

دین ناں صاحب ستیاں کیا چلے تس نال
اک جگندے ناں لہن اکناں ستیاں دے اٹھال

جن کو دینا ہو اٹھا کر انکو دے دیتا ہے وہ
چاہتا ہے جب جگا کر انکو دیدیتا ہے وہ

کوشش انساں کی یہاں بے سود، بیکار ہے
رازِ قدرت کے سمجھ لینا بہت دشوار ہے

بھائی لہنا گورو صاحب کی خدمت میں

سیر کر کے جب گورو صاحب وطن میں آ گئے
انجمن کے صدر بن کر انجمن میں آ گئے

ہر طرف سے آپکی خدمت میں لوگ آنے لگے
ہر طرف سے آ کے فیضِ سرمدی پانے لگے

اسطرح تھیں اس ریاضِ بیخزاں میں رونقیں
موسمِ گل میں ہوں جیسے گلستاں میں رونقیں

آ رہے ہوں جسطرح طائر نشیمن کیطرف
یا عنادل مائلِ پرواز گلشن کی طرف

پرچمِ وحدانیت لہرا رہا تھا چارسو
تذکرہ تھا آپ کی روحانیت کا چارسو

بھائی لہنا اک جو دیوی کے اپاسک تھے بڑے
وشنو دیوی کی تھے جب یاترا کو جا رہے

راستے میں آپ کی تعریف سُنکر رک گئے
آپکی خدمت میں آئے اور ادب سے جھک گئے

بن گئے حق کے پجاری آپکا سُن کر کلام
چھوڑ کر دیوی کی بھگتی پی لیا وحدت کا جام

یوں بنے نانک کے بندے یوں ہوئے دل سے مرید
مستقل خدمت کے بدلے جانشینی لی خرید

بھائی لہنا گورو انگد بن گئے

بھائی لہنا آپ کی خدمت سدا کرتے رہے
مال و دولت کیا ہے جان و دل فدا کرتے رہے

آپ پر ہر وقت جان و دل فدا کرتے تھے وہ
آپ کی سیوا ہی میں مشغول رہا کرتے تھے وہ

کر چکے تھے آپ پر اپنا وہ تن من دھن نثار
دے چکے تھے آپ کو وہ اپنا کلی اختیار

زینۂ خدمت سے بامِ یار تک چڑھ کر رہے
وہ گورو صاحب کے فرزندوں سے بھی بڑھ کر رہے

سب مریدوں میں وہی کامل ترین انسان تھے
ستگورو کے فیض سے روحانیت کی جان تھے

آزمائش کی گورو صاحب نے انکی بار بار
پر ہوئے ثابت وہ ہر حالت میں سچے جاں نثار

آپ انہیں مشکل سے مشکل حکم فرماتے رہے
وہ مگر ہر حکم کو فوراً بجا لاتے رہے

ایک دن کا ذکر ہے جنگل میں آبادی سے دور
جا رہے تھے ساتھ فرزندوں کے بستی سے حضور

تھے ادب سے بھائی لہنا بھی گورو صاحب کے ساتھ
تھے گورو جی کے یہ شیدا بھی گورو صاحب کے ساتھ

ناگہاں کچھ فاصلے پر لاش اک آئی نظر
ہوگئے سب لوگ خائف جس کا منظر دیکھ کر

آپ نے ارشاد فرمایا اسے کھائیگا کون
دیکھتا ہوں حکم کو میرے بجا لائیگا کون

حکم دیتا ہوں تمیں میں جاؤ اور کھاؤ یہ لاش
جلد اپنے کو وہاں پہنچاؤ اور کھاؤ یہ لاش

حکم سنکر آپ کا فرزند دونو چپ رہے
آپ کے پتر آپ کے دلبند دونو چپ رہے

اپنے بیٹوں میں یہ ستر ابی جو پائی آپ نے
بھائی لہنا کیطرف پھر آنکھ اٹھائی آپ نے

دوڑے وہ اکدم اشارہ پا کے کھانے لاش کو
لاش کی جانب بڑھے گھبرا کے کھانے لاش کو

جب قریبِ نعش جا کر نعش وہ کھانے لگے
ہو چکا بس امتحاں نانک یہ فرمانے لگے

چھوڑ دو اس نعش کو اب بھائی لہنا چھوڑ دو
ہو چکا بس امتحان آ جاؤ کھانا چھوڑ دو

امتحاں یہ لیکے قصبے میں پلٹ آئے حضور
سامنے قصبے کے لہنا جی کو بھی لائے حضور

دے کے گدی سامنے انعام ان کا رکھ دیا
انگ اپنا کہہ کے انگد نام ان کا رکھ دیا

وفات اور تجہیز و تکفین پر جھگڑا

بکرمی سن پندرہ سو چھیانویں تھا ہمنشیں | عمر پہنچی تھی گورو صاحب کی ستر کے قریں[١]

آخرش آئی قضا فرما گئے رحلت حضور | ہو گئے بزمِ جہاں آباد سے رخصت حضور

کر چکی مرگ آشنا جب زندگی کا ساز روح | کر گئی جسوقت یعنی جسم سے پرواز روح

لوگ تھے مصروفِ گریہ اسقدر تابوت پر | آرہا تھا چار سو ہنگامۂ محشر نظر

یہ وہ موقعہ تھا کہ تھے بیدرد انساں بھی شریک | اس میں ہندو بھی تھے شامل اور مسلماں بھی شریک

پیشتر تابوت اٹھانے سے اٹھا ایسا سوال | ہو گیا قصبے میں جس کا فیصلہ کرنا محال

یہ سوال اک ہندو مسلم میں پیدا ہو گیا | کس طرح تجہیز و تکفیں ہو یہ جھگڑا ہو گیا

ہندوؤں کا تھا یہ دعوےٰ آپ ہندو تھے ضرور | اور مسلمانوں کا دعوےٰ تھا مسلماں تھے حضور

اُنکا منشا تھا جلا دیں آگ میں تابوت کو | اُنکا مقصد تھا کہ میّت یہ سپردِ خاک ہو

طول کھینچا بحث نے جھگڑا باہم بڑھتا رہا | سُن کے جھگڑا ایک دانا آدمی کہنے لگا

---

١ قریب

لڑتے کیوں ہو آپ کے درشن کرادو تو ہمیں — کس طرف تابوت ہے آخر دکھاؤ تو ہمیں

جس گھڑی تابوت سے چادر کو سرکایا گیا — جائے حیرت تھی کہ غائب آپ کو پایا گیا

جسم غائب تھا فقط چادر ہی چادر تھی وہاں — کر دیا تھا فیصلہ قدرت نے ہو کر درمیاں

ہندو و مسلم تھے حیراں یہ کرامت دیکھ کر — تھا تعجب یہ سماں یہ خرقِ عادت[1] دیکھ کر

کون لڑتا اب کوئی لڑنیکی جا باقی نہ تھی — کیوں جھگڑتے جب جھگڑنیکی بنا باقی نہ تھی

تھی فقط چادر ہی چادر رہ گئی تابوت کی — تھی نشانی تو فقط چادر ہی تھی تابوت کی

اسکو ہی تقسیم دو حصوں میں کر کے لے گئے — چادرِ تابوت کو تابوت پر سے لے گئے

ایک حصہ لے گئے ہندو جلانیکے لیئے — خاک اسکی لے کے دریا میں بہانیکے لیئے

دوسرے حصے کو قصبے سے مسلماں لے گئے — دور آبادی سے سوئے دشتِ ویراں لے گئے

جس کو عزت سے سپردِ خاک کر کے لوٹ آئے
اور اشکوں سے لحد نمناک کر کے لوٹ آئے

---

[1] کرامت

باب ششم (۶)

حیاتِ نانک پر طائرانہ نظر

تقسیمِ مذاہب کے خلاف جہاد

روز و شب جھگڑے مذاہب کے پرستاروں میں تھے
ہندو و مسلم ہمیشہ محوِ پیکاروں میں تھے

جو بھی تھا اپنی فضیلت پر بہت مغرور تھا
مست اپنے کبر میں نخوت میں اپنی چور تھا

مسجد و مندر ہمیشہ سے رہے پیکار میں
مستقل آویزشیں تھیں سبحہ و زنار میں

برہمن اور شیخ دونو میں ہمیشہ جنگ تھی
بسنے والوں پر زمیں ہندوستاں کی تنگ تھی

ہندو و مسلم تو مانا اک بڑی تقسیم تھی
ہندوؤں میں اور بھی تقسیم کی تعلیم تھی

اس زمیں پر کوئی ہندو تھا مسلماں تھا کوئی
درسِ جو الفت کا دے ایسا نہ انساں تھا کوئی

آپ نے تفریقِ باہم سے کیا آکر جہاں
دائمی جھگڑوں سے الفت کی قسم کھا کر جہاں

آپ کہتے تھے کہ مذہب ہو بنائے اتفاق
ایسا مذہب ہو کہ جو قوموں میں لائے اتفاق

جسم میں جو روح کی پاکیزگی پیدا کرے
ہر کس و ناکس کو فوراً مائل و شیدا کرے

ظلم کی مذہب میں ہرگز کوئی آمیزش نہ ہو
اسمیں الفت ہو محبت ہو کچھ آویزش نہ ہو

ایسا مذہب ہو جو سب کو میمنت کا دے پیام
وہ نہیں جو اک غرور و تمکنت کا دے پیام

اور جو یہ تقسیم ہندو اور مسلمانوں کی ہے
یہ خدا سے کچھ نہیں ایجاد انسانوں کی ہے

درحقیقت آدمی کی ہے عمل سے زندگی
دل اگر روشن ہے تو ہے روح میں تابندگی

آخرت میں جز عمل کچھ کام آسکتا نہیں
جز عمل پاداش سے کوئی بچا سکتا نہیں

آدمی کو چاہیئے ذوقِ عمل پیدا کرے
جذبۂ خدماتِ اقوام و ملل پیدا کرے

اتحادِ باہمی کا سبق

ہو رہا تھا ملک کی اقوام میں سامانِ جنگ
بن رہی تھی سرزمینِ ہند اک میدانِ جنگ

چھوٹی چھوٹی بستیوں کے راجگاں میں جنگ تھی
جنگ تھی ہر سو زمین و آسماں میں جنگ تھی

جنگ روز و شب مذاہب کے پرستاروں میں تھی
جنگ ہی جنگ ان عداوت کے علمداروں میں تھی

مضطرب تھی یہ زمیں امن و اماں کے واسطے
اک علم بردارِ الفت کے نشاں کے واسطے

نانکِ اعظم نے گا کر الفتوں کی راگنی
ہند والوں کو سنا کر الفتوں کی راگنی

ہند کی وسعت میں پیدا کی نوائے اتفاق
ہندو و مسلم میں ڈالی پھر بنائے اتفاق

اہلِ کینہ کے دلوں سے بغض و کینہ ہٹ گیا
مہر کی کرنوں سے سب ظلمت کا بادل چھٹ گیا

الفتوں کا راگ اک ایسا سنایا آپ نے
مسجد و مندر کو آپس میں ملایا آپ نے

آپ کے ہر مذہب و ملت کے انساں تھے مرید
تھے مرید اور واقعہ یہ ہے کہ یکساں تھے مرید

چھیڑ کر ہر بزم میں سازِ اخوت آپ نے
جب دیا اقوام کو پیغامِ الفت آپ نے

ظلمتوں کی وادیوں میں اک اجالا کر دیا
منکرانِ حق کو بھی اللہ والا کر دیا

بدعات و ریاکاری سے نفرت

بدعتوں کو ترک کر نیکی صدا دی آپ نے
ظلمتوں میں نور کی وادی دکھا دی آپ نے

بدعتوں سے آپکو بچپن سے ہی نفرت رہی
ابتدا سے حق پرستی آپ کی عادت رہی

کر کے ظاہر نفرتیں زنّار کی تقریب پر
تُل گئے بچپن سے ہی بدعات کی تخریب پر

آپ ایسے ہی ریاکاری کے بھی دشمن رہے
آپ یونہی مکر و عیاری کے بھی دشمن رہے

آپ کہتے تھے عمل کی نیّتوں پر ہے جزا
باطنی ردّ و بدل کی نیّتوں پر ہے جزا

جو ملوث ہوں ریاکاری سے وہ سجدے نہیں
ایسے سجدے خالقِ عالم کو بھاتے ہیں کہیں

عینِ راحت ہے سکونِ قلب حاصل ہے اگر
عینِ طاعت ہے ہمیشہ مطمئن دل ہے اگر

آئینے کی طرح یہ دل صاف ہونا چاہیئے
قلب آئینہ ہے آئینے کو دھونا چاہیئے

ظاہر و باطن ہمیشہ ایک ہونا چاہیئے
ظاہر و باطن سبھی کا نیک ہونا چاہیئے

زیر دستوں کی حمایت

پی رہے تھے اہلِ زر کمزور انسانوں کا خوں
چوستے تھے اہلِ زر معصوم دہقانوں کا خوں

کثرتِ ظلم و ستم سے زلزلے آنے کو تھے
مفلسی کے بار میں کمزور دب جانے کو تھے

کوئی بیچارے غریبوں کی فغاں سنتا نہ تھا
بھوک کے مارے غریبوں کی فغاں سنتا نہ تھا

بیکس و مجبور انسانوں کا غم رکھتے تھے آپ
غم نصیبوں چاک دامانوں کا غم رکھتے تھے آپ

آپ جب آئے غریبوں کی مدد کے واسطے
اس جہاں کے غم نصیبوں کی مدد کے واسطے

کی سخاوت سب سے پہلے اپنے گھر سے ہی شروع
بسکہ امدادِ غریباں پر طبیعت تھی رجوع

سچے سودے سے گورو صاحب نے کر کے ابتدا
ڈال دی دنیا میں امدادِ غریباں کی بنا

"تیرا تیرا" کہ کے دیدیتے خدا کی راہ میں
خالقِ جاں مالکِ ارض و سما کی راہ میں

بے نواؤں کی حمایت کا علم کر کے بلند
اہلِ حاجت کی محبت کا علم کر کے بلند

آپ فرماتے کہ کر کے ترک دل سے حرص و آز
بے نیازانہ گذاریں بندگانِ ذی نیاز

حرص کے بندوں کو دیتے بے نیازی کا سبق
اک جہاں کیا دو جہاں سے بے نیازی کا سبق

گورو صاحب کی تعلیم

نانکِ اعظم کی ہر تعلیم عالمگیر تھی
الفتِ انساں کی جیتی جاگتی تصویر تھی

ایک مذہب کے لئے ہر گز نہ تھی محدود وہ
سب کو دکھلاتی تھی راہِ منزلِ مقصود وہ

رہنما تھے آپ ہر پیر و جواں کیواسطے
باعثِ رحمت زمین و آسماں کیواسطے

ترجمانِ حق تھا سارا آپکا شیریں کلام
اک نشانِ حق تھا گویا آپکا شیریں کلام

آپ خود مرشد تھے مرشد آپ کا کوئی نہ تھا
آپکا رہبر بجز ذاتِ خدا کوئی نہ تھا

توحید

آپ کی تعلیم یہ تھی ایک ہے پروردگار
جس کو ہے مخلوق پر اپنی مکمل اختیار

قادرِ مطلق ہے وہ اسکا نہیں کوئی شریک
آپ ہی سب کچھ ہے وہ رکھتا نہیں کوئی شریک

ایک ہے خالق وہ ایک اونکار ہے ست نام ہے
جس کا بالا فہم سے آغاز اور انجام ہے

ہے وہ کرتا پرکھ وہ نربھے ہے وہ نرویر ہے
دشمنی اس کو کسی سے ہے، نہ اس کو بیر ہے

وہ ازل سے ہے، ابد تک اسکی مورت ہے اکال
اسکی ذاتِ پاک ہے، قیوم، باقی، لازوال

وہ اجونی ہے وہ ہے بھنگ گور پرساد ہے
ہے بقا اسکو وہ مرگ و زیست سے آزاد ہے

اس نے پیدا کی ہے اپنے حکم سے یہ کائنات
قبضۂ قدرت میں ہے اسکے یہ ساری شش جہات

بھید اس کا انت اسکا کوئی پا سکتا نہیں
حلقۂ ادراک میں کوئی بھی لا سکتا نہیں

آپ ہی وہ مادہ ہے آپ ہی روحِ جہاں
اسکا جلوہ ہے جہاں کے ذرے ذرے سے عیاں

اس میں ساری طاقتیں ہیں سرب شکتیمان ہے
ذات ہے اسکی مقدس اسکی برتر شان ہے

روح کو اجسام سے خود آشنا کرتا ہے وہ
پرورش کرتا ہے خود، خود ہی فنا کرتا ہے وہ

قادرِ مطلق ہے، اور بالذات قائم بھی وہی
غیر فانی بھی وہی باقی و دائم بھی وہی

فرش سے تا عرش اسکا نور ہے پھیلا ہوا
ہر دو عالم میں قریب و دور ہے پھیلا ہوا

یہ زمیں یہ آسماں یہ چاند یہ تارے تمام
ہیں اسی کی قدرتِ کامل سے سرگرداں مدام

وسعتِ تخئیل سے اسکی قلمرو ہے بسیط
وہ عدم پر اور ہستی پر برابر ہے محیط

اسکا دل بیم و رجا کی قید سے آزاد ہے
ہے بقا اسکو فنا کی قید سے آزاد ہے

جسکو چاہے وہ بزرگی اور عزت بخشدے
جسکو چاہے وہ زمانے بھر کی عظمت بخشدے

رضا جوئی و خدمتِ خلق

اسکے عالی آستاں پر آدمی دائم رہے
جسطرح اسکی رضا ہو صبر سے قائم رہے

جسکے سر میں نخوتیں ہوتی ہیں اور دلمیں غرور
درگہِ مولا سے وہ انسان ہوجاتا ہے دور

ایشور کی ہر گھڑی حمد و ثنا کرتے رہو
بندگی کرتے رہو اور بے ریا کرتے رہو

اہلِ عالم کی بھلائی کے لئے مانگو دعا
اور ہر دل کی صفائی کے لئے مانگو دعا

ہو جہاں تک نیک انسانوں کی صحبت میں رہو
مست اور سرشار مولا کی محبت میں رہو

ہو جہاں تک خدمتِ خلقِ خدا کرتے رہو
بندگی کرتے رہو اور بے ریا کرتے رہو

دوسروں کے دل دکھانے سے بھی رکھو اجتناب
راتدن کرتے رہو خلقِ خدا کو فیضیاب

خود غرض بنکر کبھی تکلیف کا باعث نہ ہو
دینِ حق کی بھول کر تضعیف[1] کا باعث نہ ہو

مساواتِ و متفرق مسائل

...ل عالم کو بری رسموں پہ ٹوکا آپ نے — بت پرستی مورتی پوجا سے روکا آپ نے
...پ سکھلاتے تھے انساں کو حقیقت کی تلاش — وہم سے پاک اور بالاتر شریعت کی تلاش
...پ کہتے تھے کہ نفرت کو مٹانا چاہیئے — دل میں خوابیدہ محبت کو جگانا چاہیئے
...پ کی تعلیم تھی بیجا ہے سب چھوت چھات — نزدِ خلاقِ جہاں[2] کوئی نہیں ہے نیچ ذات
...ے کسی کو گر فضیلت تو فقط اعمال سے — آدمی انسان بنتا ہے تو نیک افعال سے
...جہ عورت کو برابر مرد کے بخشا گیا — فرد کو درجہ مساوی[3] فرد کے بخشا گیا
...مد اللہ کتنی اچھی آپ کی تعلیم تھی — آدمی قابو میں رکھے نفس اپنا ہر گھڑی

ضعف پہنچانا [2] مرد خدا کے نزدیک [3] برابر

نیک انسانوں کی صحبت میں سدا انساں رہے ہر گھڑی ماں باپ کی خدمات میں کوشاں رہے
اپنے ہم جنسوں کی بدگوئی سے رکھے اجتناب اور گذارے نیک کاموں نیک صحبت میں شباب

اپنے دل کے آئینے پر کوئی زنگ آنے نہ دے
نفس پر غالب کبھی دنیا کا رنگ آنے نہ دے

تمت

قطعاتِ تاریخ

از محترم جناب چوہدری غلام جیلانی صاحب عاصی مینائی بی اے آئی ایس ایس
گورنمنٹ آف انڈیا

… ہمت خامۂ منتظم
… ان ہمیلانِ طبع
کہ اور دو نانک ہمت شوق تاریخ طبع
چو عاصی شد مرتب خیال الات و فن ۱۳
بگفتا دسمبر ۵۹ وہ ہجری

ولہٗ

حبّذا در باغِ فکرِ منتظر
از کرم ہائے خدا گلہا شگفت
از سرِ خود طوطیِ طبعم بمن
سالِ ہجری "نغمۂ نادر" بگفت
۱۳۵۹ھ